وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم ۴ پ ۲۸ الصف ۶

اور جب عیسٰے بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں۔

"میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا" "غیر قوموں کی طرف نہ جانا" انجیل متی ۔ (در رسالہ ہذا کا باب اول فصل اول و دوم دیکھیں)

اسلام اور عیسائیت

جس میں پاک و بھارت کے لاٹ پادری گولڈسیک صاحب اور دیگر عیسائیوں کے اسلام پر بےجا اور بیہودہ اعتراضات کے مدلل جوابات کے ساتھ عیسائیت کے ڈھول کا سارا پول کھول کر رکھ دیا ہے

مصنفہ۔ مولانا ملک ابوالمحمود ہدایت اللہ صاحب سوہدروی

مصنف اسلامی اخلاق ۔ فلسفہ معجزہ ۔ ہدایت نخانی ۔ تاریخ نگینی وغیرہ

ناشر ناظم مکتبہ اہلحدیث سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ

تعداد اشاعت اوّل ایک ہزار

تاریخ اشاعت اوّل ۱۵۔ ستمبر سنہ ۱۹۶۱ء

تعداد اشاعت دوم ایک ہزار

تاریخ اشاعت دوم ۱۵۔ مارچ سنہ ۱۹۶۳ء

قیمت قسم اوّل کاغذ اعلیٰ مجلّد ڈیڑھ روپیہ

قیمت قسم دوم کاغذ ادنیٰ غیر مجلّد ۱۲/

اُس لاشریک واحد لَم یلد ولم یولد کو شاہد رکھتے ہوئے نہایت عجز و اخلاص کے ساتھ

انتساب

بنام آنکہ آن مطعون گزدد — نشناسد خویش آنرا نے بیگانہ

مدعیانِ تکذیب نے جس کو مغضوب[ف] مردود بنایا۔ مدعیانِ تصدیق نے جس کو بزدل اور ملعون[ف] ٹھہرایا۔

ہزار ہزار سلام اس معصوم نبی پر جس نے حضرت سارہ سے لیکر حضرت صدیقہ تک باعصمت بطون سے گذر کر اس دنیا میں تشریف فرمائی۔

لاکھ لاکھ صلوۃ اُس مخبرِ صادق پر جس نے ہمیں اسمہٗ احمد صلعم (فارقلیط) کی بشارت سُنائی حق فرمایا اس "وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ" نے وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ۝ (١٩/٣٣) آمین۔

ف متی باب ۲۷ × متی ۲۶/۳۸-۳۹

⊗ گلیتون ۳/۱۰-۱۴ ھ یوحنا ۱۵/۲۰

استثنا ۲۱/۲۳

احقر مولف عفی عنہ

فہرست مضامین

باب اوّل

باب دوم

باب پنجم ۷۳

باب ششم ۹۲

باب ہفتم ۱۰۰

باب ہشتم ۱۱۴

باب نہم ۱۲۰

باب دہم ۱۳۳

باب یازدہم ۱۴۵

باب دوازدہم ۱۵۱

وہ کتابیں جو رسالہ ہذا کی تدوین میں زیر نظر آئیں

اسلامی کتب

(۱) قرآن مجید۔ ترجمہ شاہ رفیع الدین۔ شاہ عبدالقادر۔ شاہ ولی اللہ۔ ڈپٹی نذیر احمد مولانا اشرف علی۔ تفاسیر (۲) کبیر (۳) ابن کثیر (۴) ترجمان القرآن بلطائف البیان (۵) معارف القرآن (۶) بیان القرآن (۷) تفسیر القرآن (۸) تفسیر ثنائی (۹) تفسیر ابوالکلام (۱۰) بخاری (۱۱) مسلم (۱۲) مشکوٰۃ (۱۳) سیرۃ النبی (۱۴) رحمۃ للعالمین (۱۵) نبی کامل (۱۶) تحقیق اناجیل (۱۷) تبویب القرآن (۱۸) جمع القرآن (۱۹) گلدستۂ ہدائیت ۴ جلدیں (۲۰) قلمی یادداشت ایک جلد (۲۱) تنزیہۃ الفرقان۔

عیسائیوں کی کتابیں

(۱) بائبل مقدس مطبوعہ ۱۸۹۷ء (۲) عہد نامہ جدید مصری ٹائپ مطبوعہ ۱۸۱۴ء (۳، ۴) تفاسیر اناجیل متی و یوحنا پادری آر کلارک (۵) تفسیر متی پادری وُوشینٹن تفاسیر کتب (۶) پیدائش کی (۷) احبار کی (۸) مرقس کی (۹) یعقوب رسول کے خط عام کی (۱۰) خطوط بنام فلپیان کی (۱۱) بنام تھسلنیکیوں کی جلد اول (۱۲) جلد دوم کی (۱۳) یوحنا کی زبور (۱۴) انجیل برنباس (۱۵) انجیل پیدائش مریم (۱۶) انجیل متقدم (۱۷) انجیل طفولیت ابواب ۵۵ والی (۱۸) انجیل طفولیت مسیح طامس والی (۱۹) انجیل حواری نقودیموس (۲۰) پولوس اور پطرس رسولوں کے اعمال

ــــــــــــــــــــ

ﻟﮧ یہ مروجہ اناجیل میں شامل نہیں ہیں۔

(۲۱) تعلیمِ دوازدہ رسولاں (۲۲) حل مشکلات حصہ اول (۲۳) حصہ دوم (۲۴) مراۃ القرآن (۲۵) زندہ مسیح اور اناجیل (۲۶) طالبانِ حق (۲۷) تحقیق بائیبل (۲۸) مسیح کے خاص دوست (۲۹) تذکرۃ المومنین (۳۰) مسیح مذہب کے ابتدائی حالات (۳۱) حالات النساء سابقہ (۳۲) اثنا عشریہ (۳۳) مشرق کی نابود شدہ تہذیب (۳۴) تاریخ مذہب (۳۵) حیاتِ پولوس (۳۶) اسلام میں قرآن (۳۷) احادیث اہلِ اسلام (۳۸) مارٹن لوتھر (۳۹) مکاشفہ (۴۰) تحریف اناجیل و صحت اناجیل (۴۱) مسیحی کلیسا کے تاریخی حالات ۴۵۱ء تک (۴۲) تحفۃ الذ ار (۴۳) لغات عبرانی (۴۴) تاریخ اخلاق یورپ (۴۵) سفرنامہ مارکو پولو مطبوعہ ۱۹۰۲ء لاہور۔

۱؎ مصدقہ تاریخی تحقیق کے لحاظ سے یہ انجیل مروجہ اناجیل سے پہلے کی لکھی ہوئی ہے مگر ۱۸۸۳ء میں قسطنطنیہ کی مسیحی لائبریری سے ملی عیسائی دنیا اس کی بہت تحریف کرتی مگر اناجیل میں شامل نہ ہو سکی اگر پہلے ملتی ہو جاتی دیکھو مسیحی کلیسا کی تاریخ ص ۱۵ اور تحقیق اناجیل ص ۱۳۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

سبب تالیف از طبع اول

گذشتہ چند سالوں سے عیسائی مشنریوں کے ذریعہ پاکستان میں ایک کتاب موسومہ "اسلام میں مسیح" کی بڑی اشاعت ہو رہی ہے جس کے مصنف پادری گولڈ سیک صاحب ہیں، اور پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انار کلی لاہور کی طرف سے شائع ہوئی ہے جو کتاب مجھے دی گئی ہے، یہ سنہ ۱۹۵۵ء میں بار چہارم دو ہزار کی تعداد میں طبع ہوئی ہے۔

گذشتہ تین اشاعتوں کی تعداد بھی اگر ان میں شامل کی جائے، تو اب تک آٹھ ہزار کی اشاعت ہو جاتی ہے، اور شاید ۱۹۵۶ء کے بعد بھی کوئی اشاعت ہوئی ہو۔ یہ کتاب صرف مسلمانوں کے لئے لکھی گئی ہے جس میں بزعم خود قرآنی آیات اور بائیبلی حوالجات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت مسیح علیہ السلام کو اور اسلام پر عیسائیت کو ترجیح دے کر برحق ثابت کیا گیا ہے اگر عیسائیت کی تبلیغ غیر اسرائیلیوں میں جائز ہوتی، تو یہاں تک جواز کی صورت نکل سکتی تھی، مگر افسوس کہ عیسائی پریس آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ناجائز حملے کرنے سے بھی نہیں چوکا، مثلاً:-

(۱) محمد صاحب گناہگار تھے ص ۳۴، ۳۵ (۲) حضرت محمد محض ایک واعظ تھے ص ۵ (۳) اے برادرانِ اسلام آپ کیوں ایک مردہ شخص (بمعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر بھروسہ کئے بیٹھے ہیں اور کیوں بے فائدہ یہ خیال کرتے ہیں کہ قیامت کے دن وہ شفاعت کرے گا ص ۳۱ (۴) حضرت اسمٰعیل کی والدہ آنحضرت صلعم کی جدہ، ہاجرہ کنیز تھی ص ۵ وغیرہ

دوسری کتاب جو مجھے دی گئی اس کا نام ہے "نبی یا نبی سے بڑا" اس میں حضرت مسیح علیہ السلام کو بروئے بائیبل تمام انبیاء سے افضل ظاہر کیا گیا ہے حالانکہ یہ اظہار اول الذکر کتاب "مسیح اسلام میں" بھی مفصل ہو چکا ہے ان رسائل کا جواب دینے کے لئے جب میں نے عیسائیت سے متعلقہ الماری سے ان کی کتابیں نکالیں تو پادری گولڈسیک صاحب کی دو کتابیں "اسلام میں قرآن" اور "احادیث اہل اسلام" بھی نکل آئیں قرآن و احادیث کے متعلق جو اعتراضات پادری صاحب نے رسالہ "اسلام میں مسیح" میں کئے ہیں ان کا جواب دیتے ہوئے میں نے ان رسائل کو بھی سامنے رکھا ہے۔

میرا خیال ہے کہ پاکستان بننے کے بعد اس قسم کے تبلیغی رسائل اور بھی عیسائی مشن کی طرف سے شائع ہوئے ہونگے مگر علمائے اسلام کی طرف سے کسی رسالہ کا کوئی جواب میری نظر سے نہیں گذرا نہ ہی اس سیلاب کو روکنے کی کوئی کوشش ہمارے سابقہ حکمرانوں کی طرف سے کی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کینیڈا کے ایک اخبار پراسپکٹر میں جو دنیا بھر کے عیسائیوں کے حالات اور عیسائی مبلغوں کے کارنامے شائع ہوا کرتے ہیں اس مرتبہ اس اخبار نے ۱۹۵۷ء تک کے جو اعداد و شمار شائع کئے ہیں اس کے مطابق

پاکستان بننے کے بعد دو لاکھ آٹھ ہزار مسلمان عیسائی ہوئے

یعنی بقول اخبار مذکور جب پاکستان قائم ہوا تو یہاں عیسائیوں کی تعداد اسی ہزار تھی جو کہ ۱۹۵۷ء تک صرف دس سال میں دو لاکھ اٹھاسی ہزار تین سو باسٹھ تک پہنچ گئی (بحوالہ رسالہ نقاد کراچی بابت ماہ مارچ ۱۹۶۱ء)

وہ دن بھی ہمیں یاد ہیں کہ انقلاب سے پہلے جب کبھی ایک بھی مسلمان مرتد

ہو جاتا تھا تو متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں میں پشاور سے لیکر راس کماری تک اور کراچی سے لیکر ڈھاکہ تک تہلکہ مچ جاتا تھا لیکن اب لاکھوں مسلمانوں کے مرتد ہو جانے پر ہمیں علم بھی ایک عیسائی اخبار کے ذریعہ ہو رہا ہے ہمیں اپنے ہی جھگڑوں سے فرصت نہیں ہم اسلام کو کیا کریں۔

میں نے جب یہ مضمون نقاد کراچی میں دیکھا تو نہایت افسوس ہوا لاہور اور راولپنڈی کے دس اخبارات میں نقاد کے مضمون کا اختصار مع اظہار افسوس کے بغرض اشاعت روانہ کیا جو کہ جملہ اخبارات میں شائع ہو گیا۔

اس کے بعد جمعیتہ اہل حدیث گوجرانوالہ کا جلسہ ہوا تو حسب معمول مجھے دعوت شمولیت کے ساتھ یہ تاکید بھی تھی کہ اس جلسہ میں آپ ضرور شامل ہوں کیونکہ انسداد عیسائیت کے لئے بھی اس جلسہ میں غور و خوض کیا جائے گا۔ چنانچہ شمولیت جلسہ پر عیسائیوں کے مذکورہ بالا دونوں رسائل بھی جلسہ میں پیش کئے گئے تو بقول حافظ "قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند" یعنی جو بولے وہی کھولے والا معاملہ پیش آیا۔ شیخ الحدیث حضرت مولینا مولوی محمد اسماعیل صاحب مدظلہ ناظم اعلیٰ جمعیتہ اہل حدیث مغربی پاکستان و خطیب جامع اہل حدیث گوجرانوالہ مصر ہوئے کہ ان رسائل کا جواب بھی آپ ہی دیویں، میرا خیال تھا کہ یہ بار کسی اہل علم و فضل پر ڈالا جائے جو بصورت احسن اس خدمت کی تعمیل کر سکیں، تاہم خاکسار سے جو بن سکا وہ آپ کے سامنے ہے، آپ براہ کرم رسالہ ہذا کو بغور ملاحظہ فرماویں اور میری کوتاہیوں سے متنبہ فرما کر مشکور فرماویں، تاکہ آئندہ اشاعت میں اگر ہو تو ان کی صحت و تکمیل ہو سکے۔

(ابو المحمود سوہدروی)، ۷۔ اگست ۱۹۶۱ء

مقدمہ طبع دوم

رسالہ ہذا بفضلہ تمدید عیسائیت کیلئے نہایت مفید ثابت ہوا اور ایک ہزار کا ایڈیشن اول ایک سال کے اندر ہی ختم ہو گیا۔ جہاں جہاں بھی یہ رسالہ پہنچا عیسائی مشنریوں سے بجز خاموشی کے کوئی جواب بن نہ پڑا اور ہمارا یہ دعویٰ صحیح ثابت ہوا کہ دنیا بھر کے مسیحی علماء مل کر بھی رسالہ ہذا کا جواب نہ دے سکیں گے، مگر غریب مسلمانوں کا شکار کرنے کے لئے ان کے پاس دیگر بڑے وسائل ہیں، چنانچہ انہوں نے اسکول، ہسپتال اور مالی اعانت وغیرہ پرانے داموں یعنی جالوں کو زیادہ وسیع کر دیا ہے، جیسا کہ آئندہ متذکرہ تین رپورٹوں شمولہ رسالہ ہذا سے واضح ہے۔

ایڈیشن اول کا مسودہ سائز ہذا کے انداز اً ڈیڑھ صد صفحات کا ہو گیا تھا، مگر جمعیتہ اہل حدیث گوجرانوالہ کی چھٹی پہنچی کہ کتاب ۹۶ صفحات سے زیادہ نہیں ہونی چاہیئے، اس لئے مجھے مجبوراً بعض ابواب سے قیمتی مضامین خارج کرنے پڑے، جب کتاب شائع ہو کر حضرت شیخ الحدیث مولینا محمد اسماعیل صاحب مدظلہٗ ناظم اعلیٰ جمعیتہ اہلحدیث مغربی پاکستان کے ملاحظہ سے گذری تو طرز تصنیف دلائل حوالجات اور مضامین کو نہایت پسند فرمایا اور مشورہ دیا کہ دوسرے ایڈیشن میں خارج شدہ تمام مضامین درج کر دیئے جائیں، چنانچہ ایڈیشن ہذا میں نہ صرف وہ تمام مضامین شامل ہو گئے ہیں بلکہ چند نئے مضامین اور بارہویں پورے باب کا مزید اضافہ ہوا ہے جس کو اب مولانا حافظ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار اہل حدیث سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ سے شائع کر رہے ہیں۔

مردم شماری کی تازہ رپورٹ اور عیسائیوں کا ۲۳ گنا اضافہ

گذشتہ سال کے اختتام پر گورنمنٹ پاکستان کی طرف سے مردم شماری کے آخری اعداد شمار بھی سامنے آگئے ہیں۔ عیسائیوں نے پاکستان میں اپنی ترقی کے اعداد شمار جو خود شائع کئے تھے اگرچہ سرکاری اعداد اس سے نسبتاً کم ہیں، تاہم اتنے خطرناک ہیں کہ اسمبلی میں وزیر داخلہ کو خود ہی اس حیران کن حادثہ کی تحقیقات کا وعدہ کرنا پڑا۔

سرکاری اعلان کے مطابق پچھلی نصف صدی میں پاکستان میں عیسائیوں کا ۲۳ گنا اضافہ ہوا اور دس سال گذشتہ میں ان کی تعداد ۳۵ء۷ فی صد بڑھ گئی۔ یہ خیال کہ یہ اضافہ اچھوتوں کے عیسائی ہونے کے باعث ہوا ہو، اسے خود فریبی میں مبتلا ہونا ہی کہہ سکتے ہیں، کیونکہ گذشتہ دس برسوں میں اچھوتوں کی آبادی صرف ۱ء۲ فیصد کم ہوئی ہے، اس ساری کمی کو بھی اگر عیسائیت کی قبولیت کی طرف منتقل کر دیا جائے، تب بھی معمولی کمی کے بعد باقی سارا شب خون مسلمانوں کی غفلت اور خوابیدگی میں مارا گیا ہے جو کہ اسلامی حکومت اور علمائے کرام کے لئے نہایت ہی افسوسناک سانحہ ہے جبکہ ہماری ہمسایہ لامذہب حکومت بھارت اور ہندو لیڈروں نے ان عیسائی مشنریوں کو اس طرح جکڑ کر رکھ دیا ہے کہ عیسائیت کی تبلیغ وہاں ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، پھر بھی امریکہ اور برطانیہ دونوں پاکستان کے مقابلہ میں بھارت کی دس گنا زیادہ امداد کر رہے ہیں، اور عیسائی مشنری ہندوستان کا کوٹہ التداد بھی پاکستان سے پورا کر رہے ہیں۔

محترمی شورش صاحب اپنے اخبار چٹان مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۶۳ء میں فرما

ہیں ــــ "عیسائیت کی مدافعت صرف علماء کی طرف سے ہو رہی ہے امراء وحکام کی طرف سے نہیں، علماء کا طرزِ عمل بھی کسی حد تک عیسائیت کے اس پھیلاؤ کا ذمہ دار ہے اور حکام کی اکثریت بجائے خود صاحب لوگوں پر مشتمل ہے، وہ عام مسلمانوں کو پہلے سیاسی طور پر غلام سمجھتے تھے اب مجلسی طور پر اچھوت گردانتے ہیں ..... عیسائیت کی پشت پر یورپ اور امریکہ کی ریاستیں اور طاقتیں ہیں ہم لوگ جو ان کی امداد پر جیتے ان کی تعلیم سے بڑھتے اور ان کے تمدن کو اپناتے ہیں، اپنے اندر یہ حوصلہ ہی نہیں رکھتے کہ عیسائیت کی تبلیغ کو روک سکیں یا ان کے نظام پر ایسی قدغن لگا دیں جس سے یہ بات ان کے ذہن نشین ہو کہ انہیں اس افق پر آنے کی کھلی اجازت نہیں ہے مثال کے طور پر ہندوستان سیکولر اسٹیٹ ہے، اور اگر ہم غلطی نہیں کر رہے ہیں تو وہاں دستور میں ایسی دفعہ موجود ہے جس کی رُو سے تبدیلی مذہب جرم قرار دی گئی ہے اس کے برعکس ہم ہر چیز کی بنیاد اسلام پر رکھتے ہیں مگر ہمارے ہاں ایسا کوئی قانون موجود نہیں جو بجائے خود اسلام کی حفاظت کرتا ہو اور جس کی رُو سے مسلمانوں کے لئے مرتد ہونا جرم قرار دیا گیا ہو، ہمارا اونچا طبقہ عیسائی اسکولوں اور کالجوں میں اپنے بچوں کے داخلہ کا منتظر رہتا ہے حتیٰ کہ اس اضطراب میں اپنے ہی مدرسوں کو خاطر میں نہیں لاتا، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس طرح اپنے اسکولوں کی ناقص تربیت اور ناقص تعلیم کا اشتہار دیتا یا اعتراف کرتا ہے، ظاہر ہے کہ عیسائی اسکولوں یا کالجوں کے طلباء کس طرح اس لگن سے بہرہ ور ہو سکتے

ہیں جو اسلام انسانی دماغوں اور دلوں کی جوت جگاتا ہے، ان طلبا کی جولانیوں سے ہمارا مستقبل تباہ ہو رہا ہے، ہم اس معاملہ میں علمائے حق کی اس آواز کے ساتھ ہیں کہ حکومت کو محض یورپ یا امریکہ دوستی کی بناء پر عیسائی مشنریوں کو یہ اجازت نہیں دینی چاہیئے کہ وہ مسلمانوں کے گھروں میں اپنے عقائد کی نقب لگاتے رہیں (صـ۵)

خاکسار کے خیال میں اسلام اور مسلمانوں کے ضائع ہوتے ہوئے بھی ہمیں اگر ایسی ہی لاابالیت سے کام لینا تھا تو دو قوموں (مسلمان اور ہندو) کے نظریہ پر پاکستان بنانا لاکھوں مسلمانوں کی قربانی دینا اور اربوں روپیہ کی جائدادوں کو ضائع کرنا محض بے سود اور لاحاصل ہی رہا، اگر اقتصادی اور معاشی امداد کے لئے ہمیں عیسائی بن جانے میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا تو پھر برقی (غلام جیلانی برق فلسفہ کے ماتحت ہم ہندو دھرم کے قریب ہی ہو جاتے تو انقلابی تباہیوں کے مناظر سامنے نہ آتے، حالانکہ سب قربانیاں اسلام کی ترقی و عروج کے لئے دی گئی تھیں، نہ کہ امراء وزراء وغیرہ کی لوٹ گھسوٹ اور تعیش کے لئے۔ افسوس ع

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال

(ابو المحمود سوہدروی) ۲۱۔ دسمبر ۶۲ء

زیارت میں مسیحی سرگرمیاں

حضرت مولانا محی الدین احمد صاحب قصوری مدظلہ بوجہ علالت زیارت (بلوچستان) تشریف لے گئے، قریباً ۲ ماہ کے قیام کے بعد واپس لاہور تشریف لائے، تو مضمون ہذا ۲۱ ستمبر ۶۲ء کے اخبار الاعتصام لاہور میں شائع فرمایا۔

بلوچستان کی حالت

مجھے پاکستان کے مختلف حصوں کے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ بلوچستان سے زیادہ مفلس و قلاش، پس ماندہ جاہل علاقہ اور کوئی نہ ہو گا ضرورت تھی کہ یہاں حکومت کی طرف سے ہسپتال، کالج، اسکول، صنعتی مدرسے گاہیں قائم ہوتیں۔

میں نہیں کہتا کہ حکومت اس بارہ میں کچھ نہیں کر رہی، کر رہی ہے، لیکن وہ اس قدر کم ہے، کہ ضرورت کے عشر عشیر کیلئے بھی مکتفی نہیں۔

اسی حالت کا نتیجہ

اس حالت کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے اور ہماری دستگیری اور اعانت کے لئے یورپ کے دُور دراز ممالک سے عیسائی مشن دوڑتے ہیں، اور ہماری اعانت کے لئے مختلف ادارے قائم کرتے ہیں۔

کوئٹہ کا مشن ہسپتال نہ صرف کوئٹہ میں بلکہ پاکستان میں ایک قابل رشک انسٹی ٹیوشن ہے، جس میں لوگ ہزاروں کی تعداد میں جسمانی امراض کے لئے تریاق حاصل کرتے ہیں، مگر ساتھ ہی ساتھ ایمان کی متاع عزیز گرانمایہ کو رہن باقبضہ رکھ جاتے ہیں، جس روگ کا کوئی مداوا نہیں وہ ٹی بی کے جراثیم ہوتے ہیں، جو ایک دفعہ ایمان کے اندر داخل ہو جاتے ہیں تو پھر کبھی اسے چھوڑنے کا نام نہیں لیتے۔

سنہ ۱۹۵۹-۶۰ء میں ڈاکٹر ہالینڈ نے بلوچستان کے مختلف علاقوں کا چکر لگایا، ہزاروں نیم اندھوں کا اپریشن کیا، ٹرانسپورٹ اور ادویہ کا سارا

خرچ پاکستان نے دیا ہماری اس غفلت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے حال ہی میں ایک مسیحی مشن نے قائدِاعظم کی اس گرمیوں کی آرام گاہ میں حکومت پاکستان سے دو قطعات اراضی خرید کر دو کوٹھیاں تعمیر کی ہیں ایک تو گرجا ہے، دوسرا ہسپتال اس میں پانچ چھ نرسیں اور دو چار پادری مستقل طور پر آ گئے ہیں۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ حکومت نے دو قطعات فروخت کر کے کیا حاصل کیا۔؟

سُنا ہے کہ وہ اسی جگہ پر ایک وسیع قطعہ اراضی خریدنے کے لئے کوشش کر رہے ہیں، تاکہ وہاں اپنی پوری کالونی بسا لیں یہ ایک نہایت ہی خطرناک اقدام ہوگا جس کی طرف سے حکومت اور پبلک دونوں کو باخبر رہنا چاہیئے۔

مشنریوں کا طریق کار

ہمارا سب سے بڑا روگ ہمارا افلاس اور ہماری جہالت ہے، یہی دو چیزیں ہیں جن سے عیسائی مشنری فائدہ اُٹھاتے ہیں، اور ان سے بھی زیادہ ان کا غریب نادار آبادی سے حسنِ سلوک ہے جس قدر محبت اور ہمدردی کے ساتھ یہ یہاں کی غریب عورتوں اور بچوں سے ملتے ہیں وہ قابلِ رشک چیز ہے یہ واقعہ ہے کہ جس قدر لطف و محبت کا اظہار یہ لوگ کرتے ہیں اس کا عشر عشیر ہمارے علماء اور مبلغین میں تلاش کرنا کبریتِ احمر کی تلاش ہوگی یہ لوگ اب اخباروں کی شورش سے خائف ہیں اس لئے نہائیت پوشیدگی سے کام کرتے ہیں اول تو ان کے مکان ہی عین پہاڑوں کے وسط میں ہیں، پھر ان کی نرسیں اور پادری صبح و شام دو دو تین تین کی ٹولیوں میں بستی سے دور پہاڑوں میں نکل جاتے ہیں جہاں دو چار بچے یا لڑکیاں یا عورتیں مل

گئیں ان کو لے کر بیٹھ گئے اور ان سے باتیں کرنے لگے۔

ایک سبق آموز مثال

ایک سرکاری چپڑاسی کی بیوی یا شاید بیوی کی بہن بیمار ہوتی ہے، وہ اسے سرکاری ہسپتال لے جاتا ہے، اس کی طرف کماحقہٗ توجہ نہیں کی جاتی حالانکہ ہسپتال میں ڈاکٹروں کو تنخواہ اس غرض سے ملتی ہے، لیکن ان کے دل اس جذبۂ محبت سے خالی ہوتے ہیں، مریضہ کی حالت خراب سے خراب تر ہو جاتی ہے، ایک روز یورپین نرس سے ملاقات ہو جاتی ہے، وہ اس مریضہ کو دیکھتی ہے، نسخہ لکھ دیتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ نسخہ کوئٹہ سے ملے گا ہم منگوا دیتے ہیں، ایک ہفتہ میں آجاتا ہے۔

یہ ان کا طریق کار ہے، اب اس طریق کار کا ایک نتیجہ ملاحظہ ہو۔

کوئٹہ کے بابو محلہ میں ایک پورا خاندان پٹھانوں کا عیسائی ہو جاتا ہے چار بھائی ہیں چاروں اپنے پورے اہل و عیال کے ساتھ عیسائی ہو گئے ہیں نہ کسی مسلمان اور حکومت کے کسی افسر کے کان پر جوں نہیں رینگتی۔

ع

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

علمائے کرام کی خدمت میں ہم ضرور درخواست کریں کہ وہ اس طرف توجہ فرمائیں، مگر ان کی دوسری مشغولیتیں اس قدر زیادہ ہیں کہ انہیں اس قسم کی تکلیف دینا شاید ان کے لئے تکلیف مالایطاق ہو، اسلئے ہم اپنے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی خدمت میں پُر زور درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس کام کے لئے میدانِ عمل میں نکل آئیں، اسلام ان میں سے ہر ایک سے توقع رکھتا ہے کہ وہ اپنا فرض انجام دیں۔

حکومت تو خود چند ٹکوں کے عوض انہیں زمین دیتی ہے، اور اب وہ کوشاں ہیں کہ ایک بڑا قطعۂ ارضی حکومت سے حاصل کریں تاکہ وہاں اپنی کالونی بنائیں اور بلوچستان میں ایک مرکز قائم کر دیں اس میں ہسپتال بھی ہو، ہوم بھی ہو، فری اسکول بھی ہوں۔ ع

وائے گر پس امروز بود فردائے

یہ ہماری اسلامی حکومت ہے اس کے مقابل اپنی ہمسایہ لادینی حکومت پر نظر ڈالئے تو آپ کو فرق معلوم ہو جائے گا حقیقت یہ ہے کہ کوئی حکومت اسلامی کہلا نہیں سکتی جبتک اس کے تمام اعمال اسلامی نہ ہوں، اور اس کے تمام احکام فرامین اور قوانین اللہ کی اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق نہ ہوں، جب تک اس کے تمام عمال اپنے روزمرہ کے اعمال میں مسلمان نہ ہوں۔

ایک ایوب کے واقعی اور سچا مسلمان ہو جانے سے حکومت تو مسلمان نہیں ہو سکتی، آخر میں ہم اپنے نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ سے خطاب کرنا چاہتے ہیں کہ آج اسلام ان سے امید رکھتا ہے کہ وہ اسلام کی خدمت کے لئے میدان میں نکل آئیں، اور ان عیسائی مشنریوں کے کام کا بنظر غائر مطالعہ کریں، اور پھر وہ زندگی اختیار کریں جو یورپ اور امریکہ کے ممالک سے آئے ہوئے مشنری اختیار کرتے ہیں۔

ہم پورے اطمینان کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اگر ایک جماعت اس قسم کی پاکستان میں پیدا ہو جائے تو ہم دس سال میں عیسائی مشنریوں کی تمام کوششوں کو ختم کر دیں گے اور ہمیں یقین ہے کہ ایوب حکومت ہمیں کسی قسم کی مالی اور اخلاقی اعانت دینے سے دریغ نہ کرے گی۔

ایرانی زلزلہ کے بعد عیسائی اداروں کی اکیس لاکھ روپیہ کی اعانت

اور اسلامی ؟

ایران کا ایک گاؤں جس میں پانچ سو خاندان رہتے تھے، حال کے زلزلہ سے بالکل تباہ ہوگیا ہے، اخبار صدق لکھنؤ مورخہ ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۶۲ء سے معلوم ہوا ہے کہ اس گاؤں کو اب عیسائیوں کا عالمی ادارہ جو ورلڈ کونسل آف چرچز کے نام سے مشہور ہے، دوبارہ تعمیر کرائے گا، اب تک امریکہ، یورپ، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے چرچوں نے اس سلسلہ میں ایک لاکھ چالیس ہزار پونڈ (تقریباً ۲۱ لاکھ روپے) کی مدد دینے کا وعدہ کیا ہے، اس رقم سے پانچ سو مکانات کے علاوہ اسکول بھی تعمیر ہوں گے۔

اس خبر کو بار بار پڑھئے اور سوچئے کہ ورلڈ کونسل آف چرچز کیا ہے اور اس نے کتنا بڑا اور عظیم الشان کام اپنے ذمہ لیا ہے، یہ دنیا کے عیسائیوں کا ایک مذہبی ادارہ ہے، جس کے مشنریز ساری دنیا میں کام کرتے ہیں، اس ادارہ نے ایرانی گاؤں کے پانچسو مکانات کو دوبارہ تعمیر کرانے کا ذمہ لیا ہے، یہ پورا گاؤں مسیحی ادارہ کی نگرانی میں تعمیر اور آباد ہوگا۔

پھر یہ مسلمان عیسائی کیوں نہ ہوں ؟

جب یہ گاؤں آباد ہو جائے گا تو ایران کا وہ کونسا احسان فراموش ہوگا جو ورلڈ کونسل آف چرچز کو امتنان اور تشکر کا ہدیہ پیش نہ کریگا اور اس کا دل عیسائی مشنریوں کی محبت سے لبریز نہ ہوگا، گاؤں کے آباد ہو جانے کے بعد یقیناً اس میں ایک عالی شان گرجا کی تعمیر بھی ضرور ہوگی، جس میں عیسائی مشنری

اپنا تبلیغی کام بھی شروع کریں گے اور ظاہر ہے کہ انکی کوشش کامیاب ہو گی۔
شکاری نے تیتر کو بچپن سے پالا پوسا ہے، اعلیٰ خوراک دانہ دنکا دے دے کر اس کی پرورش کی ہے وہ علی الصبح ہی اس کا پنجرہ اٹھا کر چمن میں لے جاتا ہے اور رنگ برنگ کے بیل بوٹوں کی سیر کراتا اور کھیل کھلاتا ہے، پھر جب وہ پنجرہ سامنے کر کے اس کو آواز دیتا ہے تو وہ چل کر نہیں بلکہ اڑ کر پنجرے میں گھس جاتا ہے، جب یہ حیوان کی حالت ہے تو انسان بھلا اتنے بڑے احسان کو کس طرح بھول جائیگا تو آباد پانچ سو گھرانہ جن کی آگے چل کر شاید اور کیا کیا امداد کی جائے آواز کے ساتھ ہی پنجرے میں جا گھسیں گے اور ظاہر ہے کہ یہ سب گناہ اسلامی ممالک کے مسلمان امراء اور مسلمان علما کا ہی ہو گا، وہ علما جن کا کام صرف ابلیس کی نیابت کرنے کا ہی رہ گیا ہے اور وہ کافروں کو مسلمان بنانے کی بجائے مسلمانوں کو ہی کافر بنانے بیٹھے ہیں، جنہیں اپنی اپنی حکومتوں اور امراء کو راہ راست پر لانے کی بجائے اپنی ذلیل ترین خود غرضیوں کے لئے آپس میں ہی دست و گریبان رہنا اصل دین معلوم ہوتا ہے، باقی رہی حکومتیں اور ان کے اراکین اور امرا کا طبقہ تو جو لوگ اس کوشش میں ہوں کہ ہر عیاشی اور فحاشی کا نام اسلام رکھ دیا جائے اور اسلام کے تمام ارکان اور ضابطوں کو ملا ازم اور جہالت پکارا جائے، وہ بھلا سینما، تھیٹر، کلب وغیرہ کو چھوڑ کر اس جھمیلے میں کیوں پڑنے لگے۔

اندھیروں کی مظلوم سرزمین (پاکستان) پر عیسائیت کی جلوہ آرائیاں

ایک غیر ملکی مشن کی طرف سے چار پمفلٹ نہائت دیدہ زیب مصور اور جاذب نظر انداز میں شائع کئے گئے ہیں جو کہ صرف بیرونی ملکوں کے مسیحیوں کو پہنچانے

جاتے ہیں یہ پمفلٹ کسی طرح مولانا عبدالخالق صاحب سابق مدیر روزنامہ اتحاد ڈھاکہ کے ہاتھ لگ گئے جو کہ مولانا عباس علی خاں صاحب رکن اسمبلی مشرقی پاکستان کو اسمبلی میں پیش کرنے کے لئے دیئے گئے۔ ذیل میں صرف ایک پمفلٹ کے آخری حصہ کا ترجمہ دیا جاتا ہے کیونکہ اس حصہ میں ان کے منحوس ارادوں کی کچھ توضیح ہو رہی ہے۔ باقی تین پمفلٹوں میں اپنی پلیدیوں کی تبلیغ کے ذرائع ہسپتالوں، اسکولوں، کالجوں اور رفاہ عامہ کے دیگر پروگراموں کی تفصیل دی گئی ہے جو تبلیغ عیسائیت کے لئے ان کے پیش نظر ہیں حالانکہ ہمارے وزیر داخلہ خان حبیب اللہ خان نے جون ۶۲ء کو اسمبلی میں فرمایا تھا کہ:۔

پاکستان میں ۹۷۰ عیسائی مشنری ہیں

مگر ان میں سے بہت کم تبلیغ کا کام کرتے ہیں، شاید یہ مشنری پاکستان کی ترقی کی دعائیں مانگنے کے لئے ادھر ادھر گھوم رہے ہیں کیونکہ مذکورہ پمفلٹوں سے ایک پمفلٹ میں پورے کشمیر کو ہندوستان کا حصہ دکھایا گیا ہے کہ شاید بھارت مشنریوں کے اس فعل سے خوش ہو کر ان سخت پابندیوں میں کچھ سہولت کر دے جو کہ بھارت میں ان کے لئے وبالِ جان ہو رہی ہیں۔

مندرجہ ذیل ترجمہ والے پمفلٹ کی ابتدائی چند سطور میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شجرہ نسب اور تشریف آوری کے مختصر حالات درج ہیں، پھر اسلام کی نہایت بھونڈی بھدی کریہہ اور شرانگیز تاریخ کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو ملحد، بے دین، اور کافر کہا گیا ہے جو کہ شیطانوں اور بدروحوں سے خوفزدہ، جادو، منتر، تعدد ازدواج اور غلامی کے قائل بڑے وہمی اور شکی مزاج ہوتے ہیں۔

پمفلٹ کا لکھنے والا مجسم شیطان آخری حصہ میں نبیوں کا نقاب اوڑھ لیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے خداوند خدا کی آواز یہ کہتے ہوئے سُنی کہ

"پاکستان میں اللہ کے بندوں کے لئے دعا کر میں کس کو بھیجوں گا اور کون ہمارے لئے جائے گا۔"

تب میں نے کہا "میں حاضر ہوں مجھے بھیجئے (عیسیٰ ۶-۸) پھر کہتا ہے دنیا میں عیسائیت کی تبلیغ کے لئے اصطباغ دینے والی ایسوسی ایشن مسلمان ممالک میں اپنے مشن کی پہلی مہم کا آغاز کر رہی ہے، خدا نے اس ایسوسی ایشن کو پاکستان کی طرف راہنمائی فرمائی ہے جو دنیا کی سب سے بڑی مسلمان ریاست ہے اور جس کی آبادی آٹھ کروڑ ہے، چٹا گانگ کی بندرگاہ جو خلیج بنگال کے کنارے واقع ہے، مشرقی پاکستان میں داخل ہونے کا دروازہ ہے، دریائے گنگا کے نشیبی ڈیلٹوں میں بسنے والے ساڑھے چار کروڑ لوگوں تک عیسائیت کا پیغام پہنچانے کے لئے یہ شہر مرکز کے طور منتخب کیا گیا ہے۔

عیسائی بنانے کیلئے دنیا بھر میں موزوں علاقہ پاکستان ہے

آج شاید پوری دنیا میں مشرقی پاکستان عیسائی مشن کا میدان بننے کے لئے موزوں اور ضرورت مند ہے، یہاں کی گنجان آبادی میں قریباً ساٹھ مشنری کام کر رہے ہیں، اس طرح ایک مشنری کے حصہ میں ½ ۷ لاکھ کی تعداد آتی ہے جو کہ تبلیغی کام کی بے توجہی کا ایک عالمی ریکارڈ ہے، صدیوں سے پاکستان کے لوگ اسلام کے بھاری جوئے تلے پستے چلے آرہے ہیں، اب وہ ہراساں و ترساں اندھیروں میں موت کے سائے تلے بیٹھے ہیں، اب خدا کا فرمان ہے۔

"اُٹھ تیری روشنی آ گئی ہے۔"

مگر ضرورت ہے روشنی برداروں کی نوجوان مردوں اور عورتوں کی ضرورت ہے جو پوری خوشدلی اور سوچ سمجھ کر یسوع مسیح کے لئے تکالیف و مصائب کو لبیک کہہ کر اس سرزمین میں انجیل کا پیغام پہنچائیں جہاں ظلمت کی طاقتیں بے غل عیش و راج کر رہی ہیں۔

مشنری گرجے مسلمانوں میں عیسائیت سے تبلیغ کی اس مہم کے سلسلے میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی اور عملی اقدام کا مظاہرہ کریں۔ مزید معلومات کے لئے مندرجہ ذیل پتہ پر لکھئے۔

دنیا میں عیسائیت کی تبلیغ کے لئے اصطباغ دینے کی ایسوسی ایشن ۱۳۰۴ سچاف بلڈنگ ۱۵۰۵ ریس سٹریٹ فلاڈلفیا ۲ پنسلوانیا

(ASSOCIATION. OF BAPTISTS. FOR WORLD EVANGELISM INC)

(ملخصاً از اخبار ایشیا لاہور مورخہ ۸ جولائی ۱۹۶۲ء صفحہ ۸)

مغربی پاکستان میں ۱۹۶۲ء کے دس ماہ میں پینتیس ۳۵ ہزار افراد عیسائی ہو گئے

اسی اخبار ایشیا نے یکم دسمبر ۱۹۶۲ء کے پرچہ میں اپنے نامہ نگار خصوصی کی تحقیقات شائع کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جنوری تا اکتوبر ۱۹۶۲ء کے دس ماہ میں مغربی پاکستان میں پینتیس ہزار افراد عیسائی ہو گئے ہیں جن میں پسماندہ مسلمانوں کے علاوہ تعلیم یافتہ مسلمانوں کی تعداد بھی معقول پائی جاتی ہے ملتان، راولپنڈی غلام محمد اور گنگو و بیراج کے علاقوں سے زیادہ مسلمان مرتد ہوئے ہیں، اضلاع ملتان، شیخوپورہ اور گوجرانوالہ کے علاقوں میں عیسائیوں

کے اپنے علیحدہ گاؤں ہیں جن میں اپنی مرضی کے مطابق سارا کاروبار سرانجام دیتے ہیں اور مقامی حالات پر پادری کی اتنی گرفت رہتی ہے کہ انتظامیہ مداخلت نہیں کرسکتی چنانچہ اگر حکام نے اس سلسلہ میں اعلیٰ حکام سے شکایات بھی کی ہیں تو بھی ان کی شکایات کو بھی بعض مصلحتوں کی بنار پر فوری کارروائی کا مستحق نہیں سمجھا گیا۔

مولویوں کی کفر بازی کا نتیجہ

گذشتہ سہ ماہی میں دیوبندی اور بریلوی علمار کی مقدس جنگ نے نادانستہ طور پر عیسائیوں کے ہاتھ اور بھی مضبوط کر دیئے ہیں چنانچہ اس میں فریقین کی طرف سے جو حربے اختیار کئے گئے ہیں ان تمام حربوں کو عیسائی مبلغین اسلام کے خلاف استعمال کر رہے ہیں اور اس سہ ماہی کے دوران عیسائیت قبول کرنے والوں میں نمایاں اضافہ ہوا ہے چنانچہ صرف ستمبر اور اکتوبر کے آخری دو پہلے پندھرواڑے کے دوران گیارہ سو قریب صرف شہروں میں ہی عیسائی ہوئے ہیں دیہات کے مرتدین ان سے علاوہ ہیں وقائع نگار خصوصی کی اطلاع کے مطابق علمار کی تکفیری مواد کو عیسائی مبلغین پمفلٹوں کی صورت میں شائع کرا کے سارے ملک میں پھیلانے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔

باب اوّل

(فصل اوّل) عیسائیت غیر تبلیغی مذہب ہے

جس طرح ہندو مت میں تبلیغ کی سخت ممانعت ہے، کہ جو شخص شودر کو تعلیم دیتا ہے، مع اس شودر کے نرگ (دوزخ) میں جائے گا (منوادھیائے ۴۔ ۱-۱ شلوک ۸۱) اسی طرح عیسائیوں کو بھی غیر اسرائیلیوں میں عیسائیت کی تبلیغ کی بالکل ممانعت ہے، مسیح نے صاف فرمایا ہے کہ :-

"میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا مناسب نہیں کہ بچوں کی روٹی لے کر کتوں کو پھینکیں"۔

(متی باب ۱۵۔ درس ۲۴۔ ۲۶)

اور جب مسیح نے اپنے بارہ رسولوں کو تبلیغ کے لئے روانہ کیا، تو صاف الفاظ میں ہدائیت کی کہ :-

(فصل دوم) غیر اسرائیلی سؤر اور کتے ہیں

"غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی طرف جاؤ" (متی باب ۵-۶) "وہ چیز جو پاک ہے کتوں کو مت دو، اور اپنے موتی سؤروں کے آگے نہ پھینکو ایسا نہ ہو کہ وہ انہیں پامال کریں اور پھر کر تمہیں پھاڑیں"۔ (متی ۷-۶)

ملاحظہ فرمائیے، یہ نہ صرف تاکیدی ممانعت غیر اسرائیلیوں میں تبلیغ کی ہے

بلکہ عملی ثبوت بھی مسیح علیہ السلام نے یہی دیا کہ اپنی زندگی میں انہوں نے ایک شخص غیر اسرائیلی کو بھی تبلیغ نہیں کی نہ ہی عیسائی بنایا' نہ ہی ان کے شاگردوں نے بنایا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق فرمایا' وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (۱۰۷/۲۱) ہم نے تجھے تمام اقوام کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (۱۵۸/۷) کہدو اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں (نیز دیکھو قرآن مجید ۲۸/۳۴ و ۱/۲۵)۔

فصل سوم) زندگی کی فکر نہ کرو مفلس اور قلاش رہو

پھر انجیل کی تعلیم ہی ایسی ناقص ہے کہ کوئی انسان انسانیت کے ماحول میں رہ کر عیسائی نہیں ہو سکتا' ہاں اگر آبادی سے دور رہ کر رہبانیت خانقاہیت اور تجرد کی زندگی بسر کرے تو عیسائی رہ سکتا ہے مگر مشکل یہ ہے کہ عبادت اور ریاضت کیلئے پیٹ کا دوزخ بھرنا بھی ضروری ہے بھوکے سے عبادت اور ریاضت نہیں ہو سکتی اور مسیح کہتا ہے کہ:-

"میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنی زندگی کے لئے فکر نہ کرو کہ ہم کیا کھائیں گے اور کیا پئیں گے' نہ اپنے بدن کے لئے' کہ کیا پہنیں گے' کیا جان خوراک سے بہتر نہیں' اور بدن پوشاک سے" (متی ب ۶: ۲۵)۔

"اونٹ کا سوئی کے ناکہ سے گذرنا آسان ہے' اس سے کہ ایک دولت مند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو" (متی ۱۹/۲۴)۔

"تم خدا اور مال دونوں کی خدمت نہیں کر سکتے" (متی ۶/۲۴)۔

مگر قرآن شریف کا حکم ہے کہ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا (۵/۴) اللہ تعالیٰ نے مال و دولت کو تمہارے قیام (زندگی) کا ذریعہ بنایا ہے

لہ مفصل دیکھو باب چہارم فصل دوم۔

(فصل چہارم) مسیح کی بیک وقت متضاد گوئی

متی ۵ باب میں مسیح فرماتے ہیں :-

"یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں - منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں، کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جبتک آسمان اور زمین نہ ٹل جائیں، ایک لفظ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا" (مگر توریت میں) کہا گیا تھا۔ کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا، بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے"

دیکھئے کس طرح بیک وقت توریت کے احکام اٹل کہکر فوراً اسی زبان سے اسی وقت وہیں کھڑے کھڑے صریح مخالفت شروع کردی ہے مگر قرآن مجید توریت کے بالکل موافق ارشاد فرماتا ہے کہ - وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ (پ ۵ ع ۹) آنکھ بدلے آنکھ کے اور ناک بدلے ناک کے اور کان بدلے کان کے اور دانت بدلے دانت کے، اسی طرح زخموں کا بدلہ ہونا چاہیئے" لیکن جب پیادہ نے مسیح کے منہ پر طمانچہ مارا تو بجائے دوسرا گال پھیرنے کے فرمانے لگے :-

"تو مجھے مارتا کیوں ہے" (یوحنا ۱۸ باب ۱۹ تا ۲۳) -

اسی طرح پولوس بھی بجائے گال آگے کرنے کے احتجاج کرنے لگا (اعمال ۲۳/۳) -

پھر فرماتے ہیں :-

"توریت میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑے اسے طلاق نامہ

گھدے لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو حرامکاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے وہ اس سے زنا کراتا ہے، اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے۔" (متی ۵/۳۱)

مگر حالت یہ ہے کہ آج صرف عیسائی دنیا میں پچانوے فیصدی طلاقیں ہو رہی ہیں اور صرف اتنی بات پر کہ اس نے بوٹ صاف کیوں نہیں کئے، میرے کتے کا منہ نہیں چوما، اس کو سینما دیکھنے کا شوق نہیں وغیرہ، اور ایک ایک بیوی خاوند دس دس جگہ طلاقیں لے کر نکاح کر رہے ہیں، قرآن مجید کا صاف ارشاد ہے کہ:۔ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ پ۲ ع۲۹ یعنی طلاق دو بار ہے، چاہو تو تیسری طلاق تک اچھی طرح اس کو اپنے گھر رہنے دو یا مہذبانہ طور پر اس کو چھوڑ دو۔

(فصل پنجم) ماں باپ سے دشمنی کرو (انجیل)

پھر دنیا میں بیوی بیٹیا اور ماں باپ بھائی ہی تو ہوتے ہیں جنکے ساتھ انسان خود حسن سلوک کرنا چاہتا ہے، اور ان سے بھی یہی امید رکھتا ہے مگر مسیح کہتا ہے، کہ:۔

"اگر کوئی میرے پاس آئے اور اپنے ماں باپ اور جورو لڑکے اور بھائی بلکہ اپنی جان کی دشمنی نہ کرے، میرا شاگرد نہیں ہو سکتا۔" (لوقا ۱۴ باب ۲۶)

چنانچہ گلیل کی ایک شادی میں جب حضرت مریم علیہا السلام نے مسیح سے مہمان نوازی کے لئے فرمایا، تو آپ نے اپنی ماں کا حکم ماننے کی بجائے یہ افسوسناک جواب دیا کہ ـــ "اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام ہے۔" (یوحنا ۲ع ۳)

پھر اوپر والے درس میں کہا تھا کہ "کیا جان خوراک سے بہتر نہیں" مگر اسی

درس یہ ہے کہ تمام اقرباسے نہ صرف یہ کہ دوستی نہ رکھے" بلکہ ان سے بھی دشمنی کرے اور اپنی جان سے بھی دشمنی کرے مگر قرآن مجید میں ہے۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنِ (۲/۱۴)

اور ماں باپ کے ساتھ اور رشتہ داروں کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اور دیکھو ۱۷/۲۳ ۔

(فصل ششم) مجرد و نامرد رہو (انجیل)

پھر اگر دنیا میں توالد و تناسل کا سلسلہ نہ چلتا تو خود حضرت مسیح اس دنیا میں کس طرح تشریف لاتے آخر حضرت مریم کے تو آباؤ اجداد تھے لیکن مسیح اس سے بھی منع کرتے ہیں کہ :-

"بعض خوجے ہیں جو ماں کے پیٹ سے ایسے پیدا ہوتے ہیں اور بعضے خوجے ہیں جنہیں لوگوں نے خوجہ بنایا اور بعضے خوجے ہیں۔ جنہوں نے آسمانی بادشاہت کے لئے آپ کو خوجہ بنایا جو اس کو قبول کر سکتا ہے سو کرے" (متی ۱۹ ب ۱۲)۔

کتنا صاف ارشاد ہے، کہ عیسائیت صرف خوجوں کے لئے ہے وہ بھی ہر قسم کے اصلی خوجے ہوں، یہ مذہب عوام کے قابل ہرگز نہیں ہے، چنانچہ حضرت مسیح نے خود بھی تمام عمر شادی نہیں کی، تو جس شخص کا خود بھی کوئی بیوی بچہ نہ ہو اور ماں باپ بھائیوں کے ساتھ بھی دشمنی رکھنا اس پر فرض ہو ایسا شخص اس دنیا میں کیا نظام چلا سکتا ہے اور اس دنیا میں ایسے مذہب کی تبلیغ کی ضرورت بھی کیا ہے، مگر قرآن مجید کا ارشاد ہے :-

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۤءِ (۴/۳) اپنی پسندیدہ عورتوں سے

نکاح کرو، نیز دیکھو ۲۳۵ ،۲۳۶ ،۲۲۵ ۔

حضور کا فرمان ہے کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے (بخاری) قرآن مجید میں عیسائیوں کے متعلق ہے، وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ (۵۷: ۲۷) اور رہبانیت خود ہی انہوں نے اپنے اوپر عائد کر لی ہم نے انہیں کوئی حکم نہ دیا تھا۔

مسیح کے مندرجہ بالا احکام پر صرف رہبانیت کی صورت میں ہی عمل ہو سکتا تھا، چنانچہ عیسائیوں نے اپنی نجات صرف رہبانیت میں ہی دیکھی مگر اس کا انجام کیا ہوا؟

(فصل ہفتم) رہبانیت کا بدترین انجام

تیسری صدی عیسوی میں جب عیسائیوں نے ارض فلسطین، شام و عرب و مصر میں اس پر عمل درآمد کیا تو ہزاروں خانقاہیں، غار اور صحرا در ان سہل انگاروں اور بیکاروں سے بھر گئے، پھر جو تدبیریں اور ہولناک نتائج اس سے برآمد ہوئے اسکے متعلق صرف مصر کی بابت ROLLIN (رولن) اپنی کتاب "تاریخ مصر قدیم جلد دوم باب دوم میں لکھتا ہے:۔

"زیریں مصر کا سب سے بڑا عجوبہ اس کا OXYRINCHUS (آکسیری نیوز۔ راہبوں کا معبد) تھا جس کی حالت یہ تھی کہ شہر کے اندر اور باہر ہر جگہ راہب ہی راہب دکھائی دیتے تھے، شہر کی آبادی سے بھی زیادہ راہب، عام عمارات اور معابد سب خانقاہوں میں تبدیل ہو چکے تھے اور ان کی تعداد سکونتی مکانات سے بھی زیادہ تھی۔ اس شہر میں بیس ہزار کنواری راہبات اور دس ہزار

راہب بستے تھے۔"

فصل ہشتم ہزاروں راہب اور راہبہ زانی اور مفسد بن گئے

اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ سنئے دنیائے عیسائیت میں مصنف بک کی دینیات کی لغت یعنی بکس تھیولاجیکل ڈکشنری (Bucks Theological Dictionary) ایک مستند صحیفہ تسلیم کی جاتی ہے، اس میں راہب (Monks) کے عنوان کے تحت مصر کی تحریک خانقاہیت کے عروج کی داستان بیان کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ :-

"تھوڑے ہی عرصہ میں تمام مشرقی سہل نگار انسانوں کی جماعتوں سے بھر گیا، جنہوں نے تمام دنیاوی علائق سے قطع تعلق کر کے کرب و اذیت اور مصائب و نوائب کی زندگی اختیار کر لی، تاکہ اس کے ذریعہ خداوند عالم ملکوت سے قرب حاصل کیا جا سکے لیکن کچھ عرصہ کے بعد ان لوگوں کی شہوت پرستی ضرب المثل ہو گئی، نیز انہوں نے مختلف مقامات پر لوگوں کو مشتعل کر کے ہنگامے اور شورشیں برپا کرانا شروع کر دیں..... مستند مصنفوں کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ بالعموم سہل انگار، جاہل، آوارہ مزاج، حدود فراموش اور عیش پسند واقع ہوئے تھے، جن کی زندگی کا مطمح نگاہ تمول، سہل انگاری اور عیش پرستی تھا۔ پیٹ لپیٹ کر مانگنے والے بھکاری راہبوں کے لباس میں ہر گلی کوچہ میں آوارہ پھرتے دکھائی دیتے تھے، ہر قسم کی بدمعاشی، فریب دہی ان کا شعار تھا حتیٰ کہ جو لوگ انہیں پناہ دیتے انہیں بھی نہ بخشتے ..... جیروم کے اندازہ کے مطابق اس کے زمانہ میں صرف

مصر میں چھہتر ہزار راہبات اور راہب تھے ..... یہ لوگ مذہبی جوش عقیدت کے نقاب میں بدترین سلب ونہب کی وارداتوں کے مرتکب ہوتے ۔ دیکھو پراگرس آف ریلیجس آئیڈیاز جلد ۳

صفحہ ۲۴۰ (PROGRESS OF RELIGIOUS IDEAS VOL 3 P 240)

یہ حالات تو مصر کے تھے' اب روما الکبریٰ کے عیسائیوں اور راہبوں کی سنئے۔

فصل نہم — پولوسی فتنہ روم میں

اصل بات یہ ہے کہ عبداللہ بن سبا کی طرح پولوس بڑا متعصب یہودی تھا' پھر عیسائیت کو بگاڑنے کے لئے اس نے ایک افسانہ تراشا (اعمال ۹/۵-۲) کہ دمشق کے باہر اس کو مسیح ملا' جو اس کے ساتھیوں کو نظر نہ آیا' مگر اس کو کہنے لگا "کہ تو مجھے کیوں ستاتا ہے" وغیرہ' اس کے بعد یہ عیسائی ہوگیا مگر کیسا عیسائی جس نے مسیح کے حکم کے خلاف اپنی شریعت سے صاف انکار کر کے غیر اسرائیلی تمام بت پرستوں کی رسوم اور عقائد عیسائی میں داخل کر لئے اور ایک نیا مذہب قائم کیا' اس کے لئے اس کو قریب ترین میدان یونان وروم کا نظر آیا' جہاں کے بت پرستوں کے ساتھ مل کر بت پرستی کا نام اس نے عیسائیت رکھدیا' جو مشرکین عیسائیت میں داخل ہوتے تھے' وہ کس قماش کے تھے' اور انہوں نے کہاں تک ترقی کی' برطانیہ کے ایک مشہور اور فاضل مورخ ایڈورڈ ہارٹ پول لیسکی ۱۸۳۸-۱۹۰۳ کی زبانی سنئے۔

اس مورخ نے ۱۸۶۹ء میں "تاریخ اخلاق یورپ" دو جلدوں میں لکھی تھی جس کا ترجمہ مولانا عبدالماجد صاحب دریاآبادی نے ۱۹۱۷ء میں کیا۔

فصل دہم، عیسائیت میں بت پرستی وہم آرائیاں، زنا اور مردم خوری[۱]

مؤرخ مذکور جلد اول کے صفحہ ۳۱۶، ۳۱۰ پر دوسری صدی میں رومۃ الکبریٰ کے حالات لکھتا ہے۔ "رومی دماغوں کی یہ حالت تھی، جب مسیحیت کا ظہور ہوا گویا یہ کہنا چاہیئے کہ ملک رومہ میں اس سرے سے اُس سرے تک وہم آرائیوں اور ضعیف الاعتقادیوں کا سمندر موجزن تھا کہ اس کے اوپر مسیحیت کا جہاز تیرنے لگا، یہ ضعیف الاعتقادیاں کیا کیا تھیں؟ وہی جنہیں مشرقی مذاہب اپنے جلو میں لائے تھے اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ گو مسیحیت کے اخلاقی پہلو دوسرے مذاہب سے بدرجہا متباین ہے، تاہم اس کے معجزات کو مخالف و موافق سب نے تسلیم کیا، بت پرستوں کی نظر میں یہودی خصوصیت کے ساتھ ضعیف الاعتقاد ہوتے تھے، اور مسیحیوں نے اپنے طرز عمل سے ان کے اس خیال کو اور پختہ کر دیا، بت پرستوں کے یہاں جن لوگوں کا رجحان تشکیک و مادیت کی جانب ہوتا تھا، وہ یہ کہتے تھے کہ مختلف دیوتا پہلے انسان ہوتے تھے، اور جو راسخ العقیدہ تھے ان کا خیال تھا کہ وہ پہلے جنات ہوتے تھے، اب مسیحیت نے آکر ان دونو نظریات کو قبول کر لیا، اس نے یہ تعلیم دی کہ یہ دیوتا سلاطین متوفی ہوا کرتے تھے، مگر پھر ان کی جگہ جنات نے لے لی، اور مشرکین کے معجزات کے بارے میں تو علماء مسیحیت نے متفق اللفظ ہو کر یہ فیصلہ کر دیا کہ یہ سب اسی طرح قابل تسلیم ہیں جیسے مسیحیت کے معجزات۔" صفحہ ۳۱۰

"مصری دیویوں اور دیوتاؤں کی پرستش کے لئے ہزارہا آدمی کا ذوق شوق سے مجمع ہوتا تھا اور ان کی مذہبی قربانیوں کے موقعہ پر میلے لگ جاتے

ص ۱۔ دیکھو فصل ۱۱

تھے..... کہانت کا عرصہ سے سدباب ہو گیا تھا مگر اب پھر دور دورہ شروع ہو گیا، نجومی گلی گلی پھرنے لگی، افسانہ دانی و وہم پرستی کے چرچے ہر جگہ دکھائی دینے لگے، غرضیکہ اس مسیحیت کے سامنے پچھلے مذاہب کی ہوا بالکل اکھڑ گئی.....

ان حالات کے درمیان اگر مسیحیت کو عروج ہو گیا تو اس میں حیران ہونے کی کیا بات ہے؟ جو لوگ اس کو تعجب انگیز و غیر العقول خیال کرتے ہیں انہیں پورا غور کرنا چاہیئے کہ مسیحیت کے سوا اور کس مذہب میں اس وقت دل آویزی قوت کے اتنے عناصر مجتمع تھے ص ۳۲۷۔

دوسری صدی کے اواخر میں جب عیسائیوں نے اپنی اکثریت کے بل بوتے پر نہ صرف حکومت وقت سے ٹکر لینی شروع کی بلکہ اس قسم کی حرکتوں..... پر اتر آئے کہ بت پرستوں کے بھی کان کترنے لگے، تو قیصر مارکس آرری لیٹس جس کے عدل و تحمل کی یہی مؤرخ بڑی تعریف کر رہا ہے، وہ بھی عیسائیوں کو نابود کرنے پر تل گیا، چنانچہ وہ لکھتا ہے:۔

فصل یازدہم — عیسائیوں کی بغاوت اور ان کا قتلِ عام

" اس وقت گرجا نے حکومت کے مقابلہ میں سیاسی نقطۂ نظر سے بالکل رقیبانہ حیثیت پیدا کر لی تھی، حکومت جس طرح کی قومیت رعایا میں پیدا کرنا چاہتی تھی گرجا اس کے بالکل مخالف راستے پر پہنچانا چاہتا تھا، اور طرزِ حکومت تخیلات مشاعر و معتقدات و آمال کا غرض ہر شے میں قوم کی عام شاہراہ کے بالکل مخالف مسیحیوں نے اپنا راستہ اختیار کیا، اس پر مستزاد یہ ہوا کہ مسیحیوں پر مردم خوردی، شہوت پرستی، زناکاری کے جو الزامات لگائے جاتے تھے اب ان میں بھی واقعیت کی جھلک آنے لگی بلکہ ایک خاص فرقہ نے تو ان ... کو

اپنے طرزِ عمل سے ایک حد تک ثابت ہی کر دکھایا' ایک طرف تو یہ سارا مواد جمع ہو رہا تھا دوسری طرف مارکس آریلیس کی رومی ہمت عیسائیوں کی جھاڑ پھونک اور حیاتِ اخروی کی تخویف کی تاب نہیں لا سکی تھی' اب عیسائیوں کے خلاف کاروائی شروع ہونے میں جو کچھ رہی سہی کسر رہ گئی تھی وہ یوں پوری ہو گئی کہ شاہ کے گرد جن حکماء کا مجمع ہو رہا تھا وہ عیسائیوں کا سخت دشمن ہو گیا۔

بہر حال اسباب کچھ بھی ہوں' اس حقیقت پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا کہ مارکس کے عہدِ حکومت کے دامن پر گو جا کے پہلے فلسفی جسٹس مارٹر کے خون کا داغ ہے اور تعدی کے نظائر بکثرت ملتے ہیں تعدیوں کا سلسلہ سمرنا و لیانس جیسے دُور دراز مقامات تک پھیلا ہُوا تھا' اور اشتداد میں ان کا نمبر نیرو کی سفاکیوں سے بھی بڑھا ہُوا تھا' اس موقع پر مسیحیوں کے بعض ملازموں نے خوفِ عقوبت سے دہشت زدہ ہو کر ان تمام الزامات کو اپنے آقاؤں کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جو افواہِ عام میں ان کی جانب منسوب کئے جاتے تھے مثلاً مردم خواری' اولاد کشی' محرمات ابدیہ سے زناکاری' نفرت انگیز بدچلنی وغیرہ' اس پر عوام کا آتشِ غضب نہایت زور شور سے بھڑکا' تعذیب و عقوبت کی وہ صورتیں جن کے ذکر سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کبیر السن مردوں اور ضعیف الجثہ عورتوں پر برابر استعمال کی جاتی تھیں'' صا ۳۷۰ ، ۳۷۲۔

خلاف فطرت تعلیم بظاہر خواہ کتنی ہی خوشنما معلوم ہو' کبھی بھی قابلِ عمل نہیں ہو سکتی' اور اگر سر پھرے جہلاء اس پر عمل کرنے لگیں تو وہ اس طرح تہذیب و اخلاق سے دُور ہو کر دنیا کے لئے فتنہ اور فساد کا موجب ہو جائیں گے' جس طرح ان راہبات اور راہبان نے مصر و عرب و روم اور فلسطین میں ہر چہار طرف آگ لگا رکھی تھی۔

اب آپ مندرجہ بالا اناجیل کے حوالجات[1] پر ہی غور فرماویں کہ زندگی بسر کرنے کے لئے عیسائیت کے پاس کوئی لائحہ عمل بھی ہے کہ ماں باپ بہین بھائی بیوی بچہ سب چھوڑدو بلکہ ان سے عداوت رکھو نہ کچھ کماؤ نہ کچھ کھاؤ اور مجرم کی حمایت کرو اور اگر دنیا میں انسان ہیں تو صرف یہودی ہیں جن بدمعاشوں نے آپ کو سولی پر چڑھادیا باقی اقوام جتنی بھی ہیں سب سوئر اور کتے ہیں دیکھئے تو کتنے محبت بھرے الفاظ ہیں اس ملک المحبت کے کتنا حسن اخلاق ہے مجسم اخلاق کا غرضیکہ یہ مذہب جملہ خوبیوں کا دشمن اصلاحی قوانین کا دشمن تہذیب و تمدن کا دشمن اخلاق و محبت کا دشمن الغرض پوری انسانیت کا پورا دشمن ہے اس کو تبلیغ کا کوئی حق نہیں پہنچتا جاؤ یہودیوں میں تبلیغ کرو اور وہ تمہیں سولی پر چڑھائیں۔

باب دوم

(فصل اوّل) اسرائیلی فضیلت

کتاب اسلام میں مسیح کے باب اول میں پادری صاحب نے یہودی قوم کی فضیلت کا ذکر کیا ہے، وہی قوم جس نے ان کے خداوند اور اُن کی محترمہ مادر پر نازیبا بہتان لگادیا اور بالآخر (نعوذ باللہ بقول ان کے لعنتیوں کی موت مار ڈالا (گلتیون ۳: ۱۰-۱۳) یہ صحیح ہے کہ بنی اسرائیل میں کثرت سے انبیاء ہوئے اس لئے قرآن مجید میں اس قوم کے متعلق اِنِّی فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ (۲ پ) آیا ہے۔

[1] فصل ۴ و ۵ و ۶ دیکھے۔

فصل دوم) بدترین مجرموں کی فضیلت کیسی؟

لیکن یہ فضیلت درحقیقت ان انبیا حضرات موسیٰ، داؤد، سلیمان و مسیح وغیرہ کی تھی، جن پر یہودیوں نے ہی (نعوذ باللہ من ذلک) حرامزادہ، زانی، مشرک وغیرہ کے بہتان جڑ دیئے، تو

لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ (پ۶) جن لوگوں نے بنی اسرائیل میں سے کفر کیا، ان پر داؤد اور عیسےٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی، یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے بڑھ جاتے تھے۔"

توجب ان انبیا علیہم السلام پر زانی، شرابی، مشرک کے بہتانات تمہاری کتاب مقدس میں لکھے ہوئے ہیں، جن پر تمہارا ایمان ہے، کہ وہ درحقیقت ایسے ہی تھے، تو ظاہر ہے کہ یہ لعنت ان سبھی یہودیوں اور عیسائیوں پر ہے جو ان بہتانات کو صحیح سمجھتے ہیں۔[1]

فصل سوم) ذلیل اور مغضوب قوم

پھر جس سورت سے آپ یہ آیت نقل کر رہے ہیں، اس سورت میں اس قوم کو ظالم اور معذب (پ۵) محتاج اور ذلیل (پ۴) ذلیل بندر (پ۱) سنگدل (پ۱) وغیرہ لکھا ہے اور آخر میں فرمایا۔ اَفَکُلَّمَا جَآءَکُمْ الخ مَا یُؤْمِنُوْنَ (پ۱) کیا جب بھی کوئی رسول تمہارے پاس وہ چیز لایا جسے تمہارا جی نہیں چاہتا تھا، تو تم نے تکبر ہی کیا، ایک گروہ (انبیا) کو تم نے جھٹلایا، اور ایک

[1] خروج پ۳۲-۷، اجبار پ۱۳-۱۳، ۲ سموئیل پ۱۱ پورا، اسلاطین پ۱۱، اور دیکھو باب اول کی تفصیل رسالہ۔

گروہ کو قتل کرنے لگے، اور کہتے ہیں کہ ہمارے دل پردوں میں ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کی، پس وہ بہت ہی کم مانتے ہیں۔

انہی بدعادتوں کی وجہ سے فباؤ بغضب علیٰ غضب (پ ۱) پس وہ غضب پر غضب میں آ گئے۔

کہیے مسٹر پادری یہی قوم تو ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات سے نوازا، لیکن اس کے بدلے میں کون سے بدترین افعال ہیں، جو ان سے سرزد نہ ہوئے اور کون سا حقیر ترین فتویٰ ہے، جو ان پر صادر نہ ہوا ایسی قوم سے اگر تمہارے خداوند پیدا ہوئے، تو یہ بھی کوئی خوبی کی بات تھی جو آپ شروع کتاب میں ہی لے بیٹھے۔

پھر اگر اپنی کتاب مقدس کو دیکھو تو اس سے بھی بدترین حالات تفصیل اس میں لکھے ہیں کونسا رسول ہے، جس نے ان پر لعنت نہیں کی، اور کون سا نبی ہے، جس نے ان پر نوحہ نہیں کیا، متی ب ۲۳ میں مسیح نے جو یہودیوں کے فقیہوں اور فریسیوں کا رونا رویا ہے، اور ان کی بے ایمانیوں بے حیائیوں پر ہر چند آیات کے بعد افسوس کا اظہار کیا ہے، ان کو پڑھو اور سوچو، کہ کونسی قوم کے تم گن گانے لگے ہو۔

اس کے مقابلہ امت محمدیہ کے متعلق کیا خوب ارشاد فرمایا ہے کہ

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (پ ۴) "جتنی امتیں بھی پیدا ہوئی ہیں، تم سب امتوں سے بہتر ہو جو نیکی کا حکم کرتے ہو اور بدی سے روکتے رہو۔"

کیا کہنے ہیں، اسرائیلی فضیلت کے کہ ساری کی ساری قوم نے ہزار ہا برس تک بت پرستوں وغیرہ غیر اقوام کی غلامی میں ہی گزار دیئے، اور لطف

یہ کہ ہر بار بدکاریاں کرتی رہی خدا سزا دیتا رہا لیکن پھر بھی بدکاریوں سے باز نہ آئی ۔

(فصل چہارم) **ابدی غلامی کی لعنت**

مثلاً پہلی بار کوشن رشتیم کی غلامی میں پڑی (قاضی ب ۳ ۸-۱۰- دوسری دفعہ عجلون شاہ موآب کی غلامی میں (قاضی ب ۱۲) تیسری بار کنعان کے بادشاہ یابین کی غلامی میں (قاضی ب ۲) چوتھی بار بنی عمون کی غلامی میں (قاضی ب ۱۱ ۱۲) پھر کبھی بابل والوں کی اسیری میں۔ کبھی ایران کی غلامی میں کبھی مصریوں کبھی رومیوں کبھی یونانیوں کی غلامی میں یہ سب مشہور واقعات ہیں جو بائبل میں سلاطین تواریخ اور قاضیوں وغیرہ میں مفصل درج ہیں۔ چند برسوں سے عیسائیوں کے زیر سایہ رحم کے خدا کو انہوں نے صلیب دیکر لعنتیوں کی موت مار الا۔ (گلیتوں ب ۳ ۱۰-۱۴)۔

ان کو معمولی سا علاقہ ضرور مل گیا ہے، مگر یہ بھی عیسائیوں کی غلامی ہے آج عیسائی ہاتھ اٹھالیں تو عربوں کا نوالہ بھی نہیں ہیں۔

ایسی مغضوب و معتوب قوم کی سابقہ فضیلت کو یاد کرنا پدرم سلطان بود کے مصداق ہی ہو سکتا ہے۔

(فصل پنجم) **بنی اسمٰعیل کی فضیلت**

ان کے متعلق صرف ایک اپنی شہادت بھی سن لیجئے۔ گاڈفری ہیگنس صاحب اپنی تصنیف اپالوجی مطبوعہ لندن دفعہ ۵۲ میں لکھتے ہیں۔

"اگر کلام برحق (اناجیل) میں مجھ کو اس کے خلاف تعلیم نہ ہوتی تو میں

یقین کرتا، کہ انصاف کے ساتھ مکافات صرف اہل عرب کی قسمت میں ہے جو اولاد (حضرت) اسماعیل ہیں، اور قسمت کے لحاظ سے بنی اسرائیل سے کئی درجے اعلیٰ ہیں، وہ یہود جن کی دنیاوی تقدیم پر ہمیشہ ہی خدا کی مہر لگی رہی، اور عرب وہ بلند حوصلہ خودمختار بادیہ نشین قوم اور مہمان پرور عربی جو کبھی مفتوح نہ ہوئے اسماعیل کی اولاد کے نام سے بھی دنیا کانپتی تھی، اور انکے ہتھیاروں کو بھی سجدہ کرتی تھی، مگر وہ کبھی بھی کسی غیر قوم کے سامنے نہ جھکی نہ ڈری اور مجھے امید ہے کہ وہ کبھی بھی نہ جھکے گی، اب اندازہ کر لو کہ ہاجرہ اسماعیل بہتر ہے، یا ناز پروردہ اسحاق جو مورث اعلیٰ ان یہودیوں کا ہے جن کی بدقسمتی پر ہمیشہ خدا کی مہر ثبت رہی۔"

باب سوم

کنیز کا بیٹا

(فصل اوّل) حضرت ہاجرہ لونڈی نہ تھیں

پادری گولڈ سیک صاحب نے "اسلام یا مسیح" کے صفحہ ۵ پر حضرت ہاجرہ پر کنیز ہونے کا بہتان لگایا ہے، کیونکہ کتاب پیدائش میں حضرت ہاجرہ پر بطور استعارہ لونڈی کا لفظ بولا گیا ہے، ورنہ ظاہر ہے کہ حضرت ہاجرہ کو حضرت براہیم نے نہ تو مال دے کر خرید اتھا نہ ہی کسی جہاد میں مال غنیمت میں انکے ہاتھ آئی تھی، ورنہ یہودیوں کی نہایت معتبر تاریخ سیفر الایشیار کے حوالہ سے کتاب

بر لیشپ فی ربی شلو اسحاق نے تاریخ پیدائش باب ۱۶ کی تفسیر میں صاف لکھا ہوا ہے کہ حضرت ہاجرہ اُس وقت کے فرعون مصر رقیون کی لڑکی تھی، اور چونکہ وہ بھی عبرانی تھا، جب حضرت ابراہیم کا معتقد ہو گیا تو ان کے عبرانی ہم قوم ہونے کے باعث شاہزادی کا نکاح اُنکے ساتھ کر دیا اور بطور انکساری کے کہا کہ :-

"سارہ کی لونڈی بن کر رہنا اس سے بہتر ہے کہ تو ملکہ بن کر رہے"

فرعون کے الفاظ ہی کہہ رہے ہیں کہ وہ لونڈی نہ تھی ورنہ لونڈی کو یہ کہنا کہ لونڈی بن کر رہنا اب ملکہ بن کر نہ رہنا، بالکل بے معنی کلام تھا اگر وہ لونڈی ہوتی تو یہ کہنے کی ضرورت ہی نہ تھی پھر جیسا کہ ہم سموایل ۱ ب ۲۵ میں دیکھ رہے ہیں حضرت داؤد بادشاہ کی ملکہ ابی جیل نے اسی باب میں آٹھ بار اپنے کو لونڈی کے نام سے اظہار کیا حالانکہ وہ نکاح سے پہلے بھی پوری ریاست کی مالک تھی اس کے اپنے غلام اور لونڈیاں اور گدھے گھوڑے تھے اور بعد کو بھی وہ ملکہ تھی تو استعارہ سے حقیقت نہیں بدل جاتی، پھر حضرت ہاجرہ کو تو حضرت سارہ پر بھی فضیلت تھی کہ خدا کے فرشتے حضرت ہاجرہ سے براہ راست بات کرتے مگر حضرت سارہ سے حضرت ابراہیم کے ذریعہ کرتے دیکھو کتاب پیدائش $\frac{7}{16}$ - $\frac{17}{21}$ اور $\frac{18}{21}$ - باقی تمام حالات میں حضرت ہاجرہ کا درجہ حضرت سارہ کے برابر رکھا گیا ہے، اور حضرت اسمٰعیل کا درجہ حضرت اسحاق کے مساوی رکھا گیا دیکھو کتاب پیدائش $\frac{12}{7}$ - $\frac{17}{19}$ - $\frac{12}{1}$ - $\frac{17}{20}$ - $\frac{25}{11}$ - $\frac{21}{20}$ - $\frac{26}{24}$ - $\frac{25}{6}$ - $\frac{17}{9}$ و $\frac{25}{5}$ وغیرہ :-

پھر اسی حضرت ہاجرہ کے فرزند حضرت اسماعیل کی اولاد نے حضرت یوسف کو بھائیوں سے خریدا تھا (پیدائش $\frac{37}{28}$) اس کے بعد عزیز مصر نے خریدا، تو کیا حضرت یوسف سچ مچ غلام ہو گئے - نہیں ہرگز نہیں - ع

یوسف ہزار بار بکے غلام نہیں

پھر بائبل کے حاشیائی سنون اور کتاب پیدائش ۸/۱۶ - ۱۲/۱۹ ۱۸-۱۲ کو دیکھو تو حضرت اسماعیل حضرت اسحاق سے ۱۴ سال بڑے تھے، اس لئے پلوٹھے ہونے کے باعث عہد کے فرزند بھی حضرت اسماعیل ہی تھے، ورنہ کنعانی حکومت کا عہد جو حضرت ابراہیم کی اولاد کے ساتھ تھا، اس پر حضرت داؤد اور حضرت سلیمان نے تو ایک صد سال سے بھی کم حکومت کی، اس کے بعد ہمیشہ یہود دوسروں کے ماتحت رعیت یا غلام یا قیدی بن کر ہی رہے تو خدا کا عہد ہی ٹوٹا جاتا ہے، اس عہد کو حضرت اسمٰعیل کی حقیقی اور روحانی اولاد نے پورا کیا تو تیرہ سو سال سے اب تک حکمران چلی آتی ہے، دیکھو کتاب گلیتون ۳/۷ کہ۔

"جو ایمان والے ہیں وہی ابراہیم کے فرزند ہیں۔"

فصل دوم: ذبیح اور اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل تھے

جب حضرت ابراہیم کی اولاد میں نبوت اور بادشاہت کی بشارت مل گئی تو ظاہر ہے کہ حضرت اسماعیل پلوٹھے اور اکلوتے بیٹے ذبیح تھے (پیدائش ۲۲/۲ ۱۶-۱۸) اور اس بشارت میں وہ بھی ضرور شامل تھے، کیونکہ توریت کے حکم کے مطابق اصل مستحق پلوٹھا ہوتا ہے (پیدائش ۲۵/۵ ۱۷-۱۵) اور بائبل کے حاشیہ کے سنون کو دیکھو کہ حضرت اسحاق تو حضرت اسماعیل سے ۱۴ برس بعد پیدا ہوئے تھے پھر حضرت اسمٰعیل کے ہوتے ہوئے وہ اکلوتے کس طرح ہو سکتے تھے، اور پیدائش ۲۲/۱۲ میں ہے کہ "تو نے اکلوتے بیٹے سے دریغ نہیں کیا" معلوم ہوتا ہے، اس وقت حضرت اسحاق پیدا ابھی نہ ہوئے تھے، اس لئے ذبیح بھی حضرت اسماعیل ہی تھے، یہود کی تحریف کی ذمہ داری واقعات پر نہیں پڑ سکتی جبکہ یہ کتابیں بار بار نیست و نابود ہوئیں، جلائی گئیں، کھوئی گئیں، زبان بھی کالعدم

ہو گئی اور بار بار نئے سرے سے لکھی جاتی رہیں (مفصل دیکھو باب پنجم) پھر یہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیلؑ پر جو بہتان یہود و نصاریٰ نے لگائے ہیں ان لوگوں کی ابتداء ہی سے یہ بد عادت چلی آرہی ہے کہ حضرات انبیاء اور ان کے رشتہ داروں اور عورتوں پر بہتان لگاتے چلے آرہے ہیں نئے عہد نامہ میں صدہا بار حضرت داؤد کا نام بڑے فخر سے لیا گیا ہے لیکن چونکہ ان سے بھی نہیں حضرت عیسےٰ جن کو اپنا خدا سمجھتے ہیں لیکن خدائی تو اپنی جگہ رہی بہتان ان پر بھی لگا دیا اور ایسا بہتان کہ ارض و افلاک نہ سنبھال سکیں۔

(فصل سوم) حضرت مسیح علیہ السلام پر بہتان

پادری آر کلارک اور عمادالدین انجیل متی کی تفسیر مطبوعہ ۱۸۷۵ء میں حضرت مسیح کا شجرہ نسب لکھتے ہوئے حضرت مسیح کی چار دادیوں پر (نعوذ باللہ من ذلک۔ نقل کفر کفر نباشد) اس طرح بہتان جڑتے ہیں۔

" ان آیات پر چار عورتوں کا بھی ذکر آیا ہے جن میں سے دو ضرور غیر قوم سے تھیں یعنی راحاب۔ و روت لیکن تمر میں شبہ ہے کہ یہودی عورت تھی یا غیر قوم پر بنت سبع یہودی تھی ان چار میں تین گناہ گار ہیں جن پر زنا کا داغ لگا ہوا ہے (راحاب تو کسبی تھی (یشوع ۲/۱) اور تمر بھی حرامکار تھی (پیدائش ب ۳۸، ۱۶-۱۸) بنت سبع بھی بدکار تھی اس نے داؤد سے زنا کیا تھا۔ (۲ سموایل ۱۱/۴)

(فصل چہارم) مسیح نے زانیوں کی اولاد ہونے سے نفرت نہیں کی (انجیل)

اب اس بہتان کی عجیب توجیہ بھی سنئے پادری صاحب فرماتے ہیں۔

یہاں سے ظاہر ہے" کہ مسیح خداوند نے گناہگاروں کے سلسلہ میں آنے سے نفرت نہیں کی' اور یہ کہ وہ قوم اور غیر قوم نیک اور بد سب کے لئے آیا"

خداوند کی دادیوں سے ہٹ کر رشٹ بر داداؤں کی طرف آتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

"اس سلسلہ میں یوارم' عموں' یکونیا اور روبعام یہ چاروں اشخاص اچھے آدمی نہ تھے' اگرچہ ان کے باپ اچھے لوگ تھے' یہاں سے ظاہر ہے' کہ فضل کی وراثت جسمانی شراکت سے نہیں ہے اور یہ کہ ایماندار نہ جسم سے بلکہ روح سے تولد ہوتا ہے (متی ۱۲ب ۵۰)

حالانکہ حضرت داؤد کے متعلق چونکہ لکھ رہے ہیں' کہ اس نے بنت سبع سے زنا کیا تھا' تو ظاہر ہے کہ بنت سبع کے ساتھ داؤد بھی بدکار ہٹوا' ساتھ ہی یہ بھی لکھتے ہیں کہ۔

"داؤد اسرائیل کا پہلا بادشاہ تھا' جسے خدا نے اس عہدہ کیلئے چن لیا تھا اسی کے تخت پر مسیح کیلئے اشارہ کیا گیا تھا" (لوقا ۳۱/۳۲) تفسیر کا صفحہ ایضاً۔

فصل پنجم، کوئی عیسائی اس گورکھ دھندے کو سلجھائے

اب یہ گورکھ دھندا کم از کم میرے لئے تو لاینحل ہے' کہ ساتھ ہی ساتھ مسیح کو خدا بنایا جا رہا ہے' اور ساتھ ہی ساتھ اس کی دادیوں پڑدادیوں اور دادوں پڑدادوں کو فحش گالیاں بھی دی جا رہی ہیں' اور تاویل یہ کی جا رہی ہے کہ:۔

"مسیح خداوند نے گناہگاروں کے سلسلہ میں آنے سے نفرت نہیں کی" "اور یہ کہ فضل کی وراثت جسمانی شراکت سے نہیں"

اسی طرح تو ہر فاحشہ زانیہ کا لڑکا کہہ سکتا ہے کہ میں نے بھی گنہگاروں کے سلسلہ میں آنے سے نفرت نہیں کی، اور فضل کی وراثت جسمانی شراکت سے نہیں تو پھر ہو نے اگر اُن تین دادیوں اور مع داؤد کے پانچ دادوں کے ساتھ حضرت مریم پر بھی (نعوذ باللہ من ذالک) ایک مزید بہتان لگا دیا، تو محبت اور فضل میں کونسی کمی ہو رہی تھی؟ جس کیلئے کنواری ہونے پر زور دیا جا رہا ہے، جہاں یہ آٹھ ہونے سے مسیح کی خداوندی میں کوئی فرق نہیں پڑتا، وہاں ایک اور بھی سہی، اس طرف شاید آپ کی توجہ نہ ہوئی، کہ گالیوں کو مدلل ثابت کرنے کے لئے ہر دو پادری صاحبان نے بائیبل کے حوالجات بھی ساتھ دے دیئے ہیں، تاکہ ان گالیوں پر ع ہر کہ شک آرد کافر گردد پھر لطف یہ ہے کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ:-

"ایمان دار جسم سے نہیں بلکہ روح سے پیدا ہوتا ہے۔"

اور ساتھ ہی ساتھ شجرہ نسب بھی بیان کیا جا رہا ہے، اور وہ بھی انکی ماں کا نہیں بلکہ باپ یوسف نجار کا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا جا رہا ہے، کہ مریم کنواری تھی، اور یہ بھی اقرار ہے، کہ مسیح کے چار بڑے بھائی اور بہنیں بھی تھیں، (مرقس ۳/۶ متی ۱۳/۵۵) اور پھر باپ کا شجرہ بیان کرتے ہوئے یہ بھی کہ مسیح نے گنہگاروں کے سلسلہ میں آنے سے نفرت نہیں کی، خدارا کچھ غور کرو، جب مریم کنواری تھی تو مسیح کا باپ ہی نہیں تھا تو باپ کا شجرہ نسب کیوں اور اس شجرہ نسب کے واسطہ سے گنہگاروں کے سلسلہ میں آنے کی تاویل اور فضل کی وراثت کی توجیہہ کیسی؟ عیسائیوں میں کوئی مائی کا لال ایسا ہے، جو ان پہیلیوں اور چیستانوں کو حل کر سکے ع

مشکلے دارم ز دانش مند مجلس باز پرس

بھلا ایسے زبان دراز دشنام طراز اور بہتان ساز لوگوں نے اگر حضرت ہاجرہ پر صرف لونڈی ہونے کا بہتان لگا دیا، تو ان کا مشکور ہونا چاہیئے جو اپنے خدا کے دادے، دادیوں سے نہیں چوکتے، وہ دوسروں کی کیا رکھیں گے شکریہ پادری گولڈ سیک صاحب، ویری مچ تھینکس۔

فصل ششم) ایماندار جسم سے نہیں بلکہ رُوح سے پیدا ہوتا ہے

پادری گولڈ سیک صاحب! یہ اور نئی سنی؟ آپ نے پادری آر کلارک اور پادری عماد الدین کی کہ۔

"ایمان دار جسم سے نہیں بلکہ رُوح سے پیدا ہوتا ہے"

(یرمیاہ ۳۳/۵ لوقا ۲۱/۳۴)

تو اس طرح تو اب تک عیسائیوں اور سابقہ یہودیوں میں کروڑوں ایمان دار پیدا ہو چکے ہیں، یہ سب جسم سے نہیں بلکہ رُوح سے پیدا ہوتے ہیں، اور پھر اس میں آپ کے خداوند مسیح کی تخصیص کیا رہی، آپ نے اپنی کتاب میں خواہ مخواہ اتنی دماغ سوزی کی کہ مسیح روح سے پیدا ہوتے ہیں، اور سب دنیا جسم سے درصل عیسائیت کیا ہے، بے پیندے کا برتن ہے جدھر لڑھکا ؤ لڑھکتا چلا جاتا ہے۔

باب چہارم

فصل اوّل

دیوتاؤں پرستوں کی تثلیث اور سب مشترکہ رسوم عیسائیت میں داخل کی گئیں (فصل اول)

حقیقت یہ ہے کہ پہلی صدی عیسوی کے اواخر میں جب عیسائی مبلّغین یونان پہنچے تو یونانی بتقلید افلاطون کے اس تثلیث کے قائل تھے کہ علت اولے نے عقل اوّل اور روح اعظم سے اس دنیا کو بنایا ہے اور یہ تینوں ایک ہی وجود کے تین حصّے ہیں اگر اور قدم بڑھایا جائے تو سابقہ اوتاروں میں بھی تثلیثی اجزا نظر آتے ہیں یونانیوں کا نبکیس دیوتا بھی خدا کا بیٹا اور خدا کا اوتار تھا، فارس میں اس اوتار کا نام میتھرا تھا اور اہل بابل اسی کو بعل کہتے تھے، ملک فرجیا میں اس کو اہیٹس اور شام میں اڈونس بولتے تھے، مصریوں میں تو عیسائیت سے قبل تثلیث بڑے زوروں پر تھی ۱۹۰۹ء میں عیسائیوں کی پنجاب رلیجس بک سوسائٹی لاہور نے "تاریخ مذہب" کے نام سے ایک کتاب شائع کی تھی، اس کے صفحہ ۳۴ پر ہے کہ "مصر کے ہر صوبہ کے مندر میں ترموتی ہوتی تھی جس کے تین دیوتاؤں میں سے ایک خاوند دوسری بیوی اور تیسرا ان کا لڑکا ہوتا تھا۔ مشہور ترموتیاں یہ ہیں تھیبس میں امن موت چانسو موف مین پنتھا سیخت اموتپ ابیڈس میں اوسائرس آئسس ہورس

لہ اس سوسائٹی نے ایک کتاب موسومہ "مشرق کی نابود شدہ تہذیب" شائع کی ہے جس کے صفحہ ۱۲ پر لکھا ہے کہ ترموتی کے مندر اسیریا اور بابل میں بھی ہوتے تھے اور خاوند بیوی لڑکے کے نام - نا - ای آ - اور ملیح تھے ۔

او سیرس ہیں۔ سیبباک۔ ہاتھور۔ چا ئنسو۔

ترمورتی میں بیٹا اپنے باپ کا جانشین سمجھا جاتا تھا اور اپنی ہی ماں سے شادی کرتا تھا اور اپنے ہی جانشین کی حیثیت سے پھر پیدا ہوتا تھا۔ پس اگرچہ وہ بار بار فوت ہوتا مگر ہمیشہ زندہ ہی رہتا تھا اس کی والدہ بھی فوت نہ ہوتی تھی ؎

یعنے مصر کے چاروں صوبوں میں چار تثلیثی مذہب جاری تھے یہ بیٹا ماں باپ تینوں ایک اور ایک تینوں ہوتے تھے اور ہمیشہ زندہ رہتے تھے یا رہتا تھا۔ روم میں فلسطین اعظم کے نزدیک اس کا نام ایپالو تھا قسطنطین کی بدولت ہی ایپالو کی گدی یسوع کو ملی تاکہ اس وجہ سے اس کو اپنی تحریکات میں کامیابی ہو سکے۔ ان قدیم افسانوں پر نظر ڈالئے تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے یہ سب محبوب فرزند کنواری عورتوں سے ۲۵۔ دسمبر یا اس کے قریب کسی تاریخ میں پیدا ہوتے تھے اور ان سب نے اپنے خون سے ہی دنیا والوں پر خدا کا فضل نازل کیا۔

بن سلی پوشاک سورج دیوتا کا شاندار لباس تھا ہیراکلس دیوتا کا تاج کانٹوں کا تھا سر کہ یا کسی چیز کا شراب میں ملا کر پینا بھی دیوتاؤں کے قصوں سے ماخوذ ہے جو کہ صلیبی افسانہ میں شامل کر دیئے گئے ؎۔

مسیح سے پہلے خدا کے بیٹے بت پرستوں میں

فاضل ڈریپر نے اپنی کتاب "معرکہ مذہب و سائنس" (ترجمہ مولانا ظفر علی خاں مرحوم) میں لکھا ہے کہ ۴۲۹ قبل مسیح افلاطون کی والدہ پریکٹیشن کی منگنی اریسٹس سے ہوئی مگر ملاپ سے پہلے ہی اپولو (سورج دیوتا)

سے حاملہ ہوگئی یہی وجہ ہے کہ افلاطون کے مصری شاگرد اس کو خدا کا بیٹا تسلیم کرتے ہیں، اسی طرح یونان کے بکاس دیوتا کی ماں سیملی پیٹر دیوتا سے حاملہ ہو گئی شہر رومہ کے بانی رومولس کی ماں بھی کنواری ہی تھی، اور رومولس خدا کا بیٹا تھا علٰے ہذا فیثا غورث ۵۷۵ قبل مسیح بھی بن باپ کے تھا اور یونان میں وہ بھی خدا کا بیٹا کہلاتا تھا، غرضیکہ یہ تثلیث یہ ابن اللہ یہ کفارہ وغیرہ سب کچھ مسیح سے پہلے یونان و مصر کے فلاسفروں اور ریفارمروں کی طرف منسوب ہو چکا تھا، جن کی نقل پولوس نے مسیح پر چسپاں کر دی، اگرچہ یہ جملہ تحقیقات موجودہ دو صدیوں میں ہوئی ہے، مگر اللہ تعالٰے نے اس کے متعلق آج سے چودہ صدی پیشتر ہی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمادیا تھا، یُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ (توبہ ۹/۳۰) یعنی یہ سابقہ کفار کی بات نقل کر رہے ہیں اللہ تعالٰے ان کو ہلاک کرے کہاں سے اُلٹے پھیرے جاتے ہیں۔"

مسیح کی موت کے واقعات عیسائیوں نے بعل دیوتا کی موت سے اخذ کئے ہیں

مندرجہ بالا رسومات اور عقائد پولوس رسول یا عیسائیوں نے مسیح کی پیدائش کے متعلق مصر، یونان اور اسیریا دبابل کے بت پرستوں سے اخذ کئے ہیں، لیکن نہایت تعجب ہے کہ صلیب یا وفات مسیح کے متعلق بھی اناجیل میں جو واقعات بیان کئے گئے ہیں یہاں بھی اسیریا دبابل کے بت پرستوں کے عقائد اور رسوم کو اپنایا گیا ہے، اسیریا کا علاقہ فلسطین کے ساتھ ہی ہے جہاں حضرت مسیح مبعوث ہوئے تھے۔ عیسائیوں نے ہمسایہ علاقہ کی نقل مسیح کی پیدائش اور موت دونوں میں جاری رکھی، اسیریا دبابل کا علاقہ وہی ہے

جہاں مسیح سے قریباً نو صد سال پیشتر حضرت الیاس علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے اور ان بت پرستوں کو فرمایا تھا کہ اَتَدْعُوْنَ بَعْلاً وَتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ (٢٣ / ١٢٦) کیا تم بعل کو پکارتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑتے ہو
اسیریا میں تری مورتی (تثلیث) یعنی خاوند۔ بیوی اور لڑکے کی پرستش بھی ہوتی تھی جن کے نام انہوں نے نا۔ ای آ۔ اور ملیج رکھے ہوئے تھے مگر بعل دیوتا ان سے بڑا تھا' بابل کے کھنڈرات میں بعل کا ہشت منزلہ گرا پڑا مندر آج بھی اپنی سطوت کا اعلان کر رہا ہے (شرق کی نابود شدہ تہذیب ناشر پنجاب ریلیجس سوسائٹی لاہور ص ١٣) تری مورتی یعنی تثلیث میں اور پیدائش مسیح میں کس طرح داخل ہوئی' اوپر عرض کیا گیا ہے' ذیل میں صلیب کے متعلق بعل دیوتا اور مسیح کا تقابل دکھایا جاتا ہے' لطف یہ ہے کہ یہ تقابل ایک مسیحی رسالہ کوسٹ نے ١٩٢٣ء میں شائع کیا تھا جو کہ ہم رسالہ ریویو آف ریلیجز بابت ماہ ستمبر ١٩٢٣ء سے نقل کرتے ہیں۔

بعل کے متعلق	مسیح کے متعلق
بعل کو قید کیا گیا۔	مسیح کو قید کیا گیا۔ (متی ٢/٢٧)
بعل پر ہاؤس اون دی مونٹ کی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا۔	مسیح پر ہاؤس آف دی ہائی پریسٹ پلاطوس کی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا۔ (متی ٢/٢٧)
بعل پر تھوکا گیا اور اسے زخمی کیا گیا۔	مسیح پر تھوکا گیا اس پر لعنت بھیجی گئی۔ (متی ٣٠/٢٧)

ؔ یہود الیاس کی دوبارہ آمد کے منتظر تھے کہ مسیح آ گئے انہوں نے کہا کہ پہلے تو الیاس نے جواب دیا کر (دیکھا) یحیٰی الیاس کے رنگ میں آیا ہے یہی الیاس ہے (مرقس [illegible] متی [illegible])

بعل کے ساتھ ایک مجرم کو بھی لے جایا گیا اور اسے سزائے موت دی گئی ایک مجرم کو چھوڑ دیا گیا' اس کو بعل کے ساتھ نہیں لے گئے۔	مسیح کو گلگتا مقام پر بیچ دو مجرموں کے لے جایا گیا اور انہیں سزائے موت دی گئی ایک اور مجرم براباس کو چھوڑ دیا گیا اس کو مسیح کے ساتھ نہیں لے گئے (متی باب ۲۷)۔
بعل کو پہاڑ پر لے جانے کے بعد شہر میں طوفان مچ گیا' اور قتل و غارت ہونے لگا۔	یسوع کے مرنے کے بعد معبد کا پردہ پھٹ گیا زمین لرزی چٹانیں تڑکیں قبریں کھل گئیں مُردے شہر میں پھیل گئے (متی ۲۷/۵۱، مرقس ۱۵/۳۸)
بعل کے کپڑے اتارے گئے۔	مسیح کے کپڑے اتارے گئے اور تقسیم کئے (یوحنا ۱۹/۲۳، متی ۲۷/۳۵)
بعل کے دل پر برچھا مارا گیا' ایک عورت نے خون کو صاف کیا۔	مسیح کے پہلو میں برچھا مارا گیا جس سے خون اور پانی بہ نکلا' مریم مگدلینی سامان تجہیز کرتی ہے (مرقس ۱۶/۱، یوحنا ۱۹/۳۴)۔
بعل ایک پہاڑی کے اندر چلا جاتا ہے' جہاں روشنی اور سورج نہیں پہنچتا۔	مسیح ایک چٹانی قبر میں مُردوں کے عالم میں چلا جاتا ہے۔ (متی ۲۷/۶۰)
بعل پر محافظ پہرہ دیتے ہیں۔	مسیح کی قبر پر محافظ پہرہ دیتے ہیں (متی ۲۷/۶۵)۔
ایک دیوی بعل کے ساتھ آ کر	مریم نام کی دو عورتیں مسیح کی قبر کے

بہشتی اور اسکی نگہبانی کرتی ہے۔
ایک عورت روتی ہوئی بہت سے
لوگوں کے ساتھ بعل کو ڈھونڈتی
ہوتی اے میرے بھائی اے میرے بھائی
کی آوازیں دیتی ہے بعل پھر زندہ
ہوجاتا ہے اور پہاڑ سے باہر آتا ہے
بعل کے جی اٹھنے کی تقریب میں
بابل کے بت پرست موسم بہار میں،
مناتے ہیں۔
محافظ بعل کو پہاڑ کے اندر نگاہ
رکھتے ہیں۔

آگے بیٹھ جاتی ہیں۔ (متی ۲۷/۶۱ مرقس ۱۵/۴۷)۔
مریم مگدلینی روتی ہوئی عورتوں
کے ساتھ مسیح کی قبر پر آتی مگر مسیح
زندہ ہوکر قبر سے باہر نکل جاتا ہے
مریم روتی رہی کہ مسیح کی لاش کہاں گئی
(یوحنا ۲۰/۱۱)
مسیح کے دوبارہ زندہ ہونے کی
تقریب بھی قریباً موسم بہار میں منائی
جاتی ہے۔
مسیح کی قبر پر محافظ لگائے جاتے ہیں
(متی ۲۷/۶۵)۔

دوسری صدی کے مبلغین میں جسٹن شہید کا نام مشہور ہے، خدمت کلیسا میں اس نے جان دیدی تھی، اس لئے اس کو جسٹن شہید کہتے ہیں جب یہ روم میں پہنچا تو اس سے پہلے عیسائی مبلغین بہت سے یونانی ورومی عقائد عیسائیت میں داخل کر چکے تھے جسٹن شہید کی کتاب اپولوجیا یعنی اعتذار نصف صدی سے شائع ہو چکی ہے اور مندرجہ بالا اوتاروں کے نام اور ان کے متعلق عقائد کی تفصیل اس میں درج ہے، کیونکہ جب جسٹن شہید روما پہنچا، تو اس وقت کے قیصر روم نے جسٹن کو کہا کہ جس مذہب کی تبلیغ تم کرتے ہو، اس کے کل کے کل معتقدات تو ہمارے مذہب کا ایک ممتاز حصے ہیں، اور ہمارا مذہب مسیح کی پیدائش سے بھی پہلے کا ہے، پھر آپ کس نئی بات کی تعلیم دیتے ہیں، اس وقت تو جسٹن سے کوئی جواب

جن نہ پڑا، آخر ایک مدت کے بعد آپ نے یہ کتاب اپولوجیا (اعتذار) لکھ کر یہ ثابت کرنے کے لئے قیصر کو دی، کہ جناب مسیح سے کئی صدی پیشتر دشمن صداقت یعنی شیطان کو اس صداقت کا علم ہو گیا تھا جو جناب مسیح کی ذات سے وابستہ تھی یعنی خداوند ایک کنواری کے پیٹ سے پیدا ہو کر کفارہ گناہ ادا کرے گا اور اس صداقت کی یاد میں رسم عشاء ربانی بپتسمہ وغیرہ ہو گی، شیطان نے طالبان صداقت کو مذبذب کرنے کے لئے مسیح سے صدیوں پہلے مختلف ممالک میں ایسے مذاہب پھیلا دیئے جن کی تعلیم عقائد اور رسمیات یہی تھے، جو آج مسیحی کلیسا کے ہیں، اس بیہودہ اور لچر دلیل کا جو اثر قیصر پر ہو سکتا تھا ظاہر ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ قیصر مارکس ایری لیس کے حکم سے جسٹن کو قتل کر دیا گیا (تاریخ اخلاق یورپ ایڈورڈ پارٹ پول)۔

فصل دوم مسیح کے شاگرد تثلیث کے قائل نہ تھے یہ پولوس نے رائج کی

باب اول میں اناجیلی حوالجات سے آپ دیکھ چکے ہیں کہ حضرت مسیح اسرائیلی بھیڑوں یعنی صرف یہودیوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے، وہ غیر یہودیوں میں تبلیغ بچوں کی روٹی سوئروں اور کتوں کو کھلانے کے برابر سمجھتے تھے (متی ۱۵/۲۶) اس لئے پولوس سے پہلے ایک بھی غیر یہودی عیسائی نہ ہوا تھا پادری جیمس سٹاکر صاحب نے جو حیات پولوس لکھی ہے جس کا ترجمہ پنجاب رلیجس بک سوسائٹی نے ۱۹۲۳ء میں کیا تھا اس میں

پادری صاحب لکھتے ہیں :-

"پولوس سے مسیحی دین کو یہ فائدہ بھی حاصل ہوا کہ وہ اس کے لئے غیر قوموں کا مشنری بن گیا۔۔۔۔ (مسیح کے) بارہ رسولوں میں سے کوئی بھی اس بڑے معرکہ کے لئے تیار نہ تھا' ان میں سے کوئی ایسا وسیع خیال نہ تھا' کہ یہودی اور غیر قوم کی کامل مساوات کا ادراک کرے (اس طرح تو مسیح ہی کوتاہ اندیش ہوا' جس نے رسولوں کو ایسا حکم دے رکھا تھا۔ مؤلف) اور نہ رسولوں میں سے کسی میں وہ ضروری قابلیت تھی' کہ ایک بڑے درجہ تک غیر اقوام کو مسیح کی طرف پھیرنے کی جرأت کرے' وہ تو گلیلی مچھیرے تھے' اور اپنے وطن فلسطین ہی کی حدود کے اندر اندر سکھانے اور بشارت دینے کے قابل تھے" (ص ۹-۱۰)

عہد جدید کے حاشیائی سنّتوں سے معلوم ہوتا ہے' کہ پولوس نے تبلیغی کام ۳۳ء میں شروع کیا' ظاہر ہے کہ اس سے پہلے صرف یہودی ہی عیسائیت پر ایمان لائے تھے' جنھوں نے بارہ رسولوں کی تبلیغ پر عیسائیت قبول کی تھی' اور یہ بھی اظہر من الشمس ہے' کہ وہی دین مسیح کا اصلی دین ہو سکتا ہے' کیونکہ پولس کے خلاف جس نے مسیح کو دیکھا بھی نہ تھا' ان بارہ حواریوں نے تو اپنے کانوں سے سُنا اور اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا' اور وہی دین اصلی مسیحی دین ہو سکتا ہے' اب دیکھنا یہ ہے' کہ ان کا دین کیا تھا۔

۱۸۹۶ء میں کرسچن نالج سوسائٹی پنجاب نے ایک کتاب "مسیحی کلیسا کی تواریخ ۱۵۴۵ء تک" مشن پریس امرتسر سے چھپوا کر شائع کی تھی' یہ کتاب مسٹر گولڈ سیک صاحب اور تمام وسیع خیالات مسیحوں کو ضرور پڑھنی

چاہیئے اس میں خود عیسائی مصنف نے ہی عیسائی مذہب کے تمام پولوں کا تاروپود بکھیر کر رکھ دیا ہے لطف یہ ہے کہ بارہ رسول جنہوں نے خود مسیح سے تعلیم حاصل کر کے یہودیوں کو عیسائی بنایا ان کے مذہب کو تو وہ بدعت قرار دیتا ہے، اور پولوس کا مذہب جو نصف صدی بعد جاری ہوا اس کو اصلی مذہب قرار دیتا ہے بہر حال جو یہودی بارہ رسولوں کی معرفت ایمان لائے تھے ان کے متعلق وہ لکھتا ہے :۔

"جو لوگ یہودیوں میں مسیحی ہوئے تھے دو غلطیوں کی طرف بہت مائل تھے، پہلی غلطی یہ تھی، کہ وہ سمجھتے تھے، کہ موسےٰ کی شریعت کی تابعداری جہان کے لئے ہر زمانے میں ضروری ہے اور وہ اس شریعت کے ہر نقطہ اور دقیقہ پر بڑا زور دیتے تھے، نیز ان کا یہ عقیدہ تھا کہ نجات شریعت کے پورا کرنے پر موقوف ہے، دوسری غلطی یہ تھی کہ وہ ہمارے خداوند کی الوہیت کو نہ مانتے تھے، یسوع ان کے نزدیک مسیح ہونیکی حیثیت سے درجہ میں موسےٰ سے بڑھ کر اور دوسرا شریعت دینے والا تھا" (ص ۲۵)

بدعت وہ ہے جو شریعت کے علاوہ دین میں شامل ہو

آپ براہ کرم مندرجہ بالا دونوں حوالجات مکرر پڑھئے اور ان پادریوں کی ذہنیت اور جہالت کا ماتم کیجئے، کہ کتنا صاف سولہ آنہ اقرار ہے کہ مسیح نے چونکہ غیر قوموں کی طرف تبلیغ کی ممانعت کی تھی کہ بچوں کی روٹی کتوں اور سوروں کو نہ پھینکو (متی ۷) اس لئے اس کے بارہ رسولوں میں کسی نے بھی غیر قوموں میں تبلیغ نہ کی کیونکہ مسیح آیا ہی اسرائیل کھوئی ہوئی بھیڑوں کی طرف تھا (متی ۱۵/۲۵) پھر وہ اپنے نبی کے حکم کے برخلاف غیر قوموں میں تبلیغ کیوں کرتے

یہ تنگ خیالی اور کوتاہ اندیشی اگر کہلا سکتی ہے تو مسیح کی ہی کہلا سکتی ہے جس نے ایسا حکم دیا مگر ان مسخرے پادریوں کو دیکھو کہ اس تنگ خیالی کو بجائے مسیح کے اس کے حواریوں یا رسولوں کے سر تھوپتے ہیں، اور ان کو نالائق گلیلی مچھوے کا حقارت آمیز خطاب دیتے ہیں، حالانکہ رسولوں کے لئے مسیح کی اطاعت کی حدود کے اندر رہنا نہایت ضروری تھا اور ہر امت کو اپنے نبی اور اس کے حواریوں کی اطاعت کرنی چاہیئے نہ کہ باہر سے آئے ہوئے کسی ایرے غیرے نتھو خیرے کی چالاکیوں میں پھنسنا چاہیئے پھر مسیح تو صاف اور علانیہ توریت اور شریعت پر عمل کرنے کو کہتا ہے (متی ۵: ۱۷-۲۰) اور اسی پر رسولوں کا عمل... اندر ہا اور رہنا چاہیئے تھا، اور مسیح کے بار بار فرمانے پر الوہیت مسیح کے عقیدہ کو تو رسول سراسر شرک والحاد سمجھتے تھے، اور سمجھنا ہی چاہیئے تھا مگر ان پادریوں کی اُلٹی کھوپڑی دیکھیئے کہ بجائے اس کے کہ وہ اس سے یہ صحیح نتیجہ نکالیں کہ جن مسائل کو مسیح اور اس کے بارہ رسول تسلیم نہیں کرتے وہ نصف صدی بعد ایک مکار یہودی پولوس کے کہنے سے کس طرح عیسائیت کا جزو بن سکتا ہے، اور مسیح کے رسولوں پر یہودی کو کس طرح فوقیت دی جا سکتی ہے (یوحنا ۱۲/۱۳ وغیرہ)۔

اس جہالت کو دیکھیئے کہ ایک طرف تو مسیح کو اس کے فرمان کے خلاف نبوت یا بنی آدم کی بجائے خدائی مرتبہ پر پہنچا رہے ہیں، مگر دوسری طرف مسیح اور اس کے سارے رسولوں کو تنگ خیال متعصب اور کوتاہ اندیش ہونے کا حکم لگایا جا رہا ہے، ان کی بجائے ایک مکار یہودی کو وسیع النظر اور اعلیٰ خیالات کا حامل بتلایا جا تا ہے، وہ مکار جس نے مسیح علیہ السلام کو دیکھا تک نہیں اور اس کے رسولوں کی کوئی بات ماننے کو تیار نہیں بلکہ مسیحیت کو

بگاڑنے کے لئے ایسا کھیل کھیلا کہ شرک، بُت پرستی اور سورج پرستی وغیرہ کا مرکب تماشا کھڑا کر دیا اور شریعت موسوی کا انکار کر کے سورج پرستوں اور بت پرستوں کا مذہب قبول کر لیا بلکہ اس مکاری پر فخر بھی کرنے لگا۔ (اقرب یعنون ص۹)

پولوس کی مختصر سوانح حیات

ولیم میور صاحب تاریخ کلیسا مطبوعہ ۱۸۴۸ء حصہ دوم باب ۳ میں لکھتے ہیں کہ ـــــ "فیلسوفون اور بت پرستوں کی طرح عیسائیوں نے بھی اپنے دین کے واسطے جھوٹ بولنا جائز کر لیا اور جھوٹی انجیلیں بنا کر حواریوں کے نام منسوب کرنے لگے۔"

درحقیقت یہ سب کچھ موجودہ عیسائیت رومن کیتھلک کے بانی پولوس کا کیا دھرا ہے جو دینِ مسیحی کو بگاڑنے کے لئے ہر مکرو فریب بہتان وافترا کو کارِ ثواب سمجھتا تھا۔

اعمال کے ابواب ۲۱ تا ۲۸ دیکھئے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام اور اس کے حواریوں کے اصلی معتقد اور صحیح اُمتی جو اطاعت مسیح کے ساتھ حسب حکم مسیح کے شریعت موسوی کے بھی قائل تھے پولوس کے انکار شریعت پر یہودیوں کے ساتھ مل کر اس کو قتل کرانا چاہتے تھے متعدد عدالتوں کے سامنے پولوس پیش ہوا اور اپنی بریت کا اظہار کرتا رہا کہ میں شریعت کا قائل ہوں حالانکہ وہ باربار عیسائیوں کو یہ کہہ کر پھسلاتا کہ مسیح نے خود لعنتی ہو کر ہم کو شریعت سے چھڑایا (گلیتون ۳/۱۳) اور اپنی اس عیاری و مکاری کا وہ کھلے لفظوں میں اقرار کرتا ہے کہ:۔

"میں یہود کے درمیان یہودی اور شریعت والوں کے درمیان

شریعت والا اور بُت پرستوں میں بے شریعت بن کر رہنا اچھا خیال کرتا تھا" (۱ قرنتیون ۹/۲۰-۲۱)۔

مسیح کی پیدائیش کے ایام میں ہی پولوس ترسس میں پیدا ہوا۔ یہ صوبہ کلکیہ کا صدر مقام اشیائے کوچک کے جنوب مشرق میں ساحل سمندر کے قریب ہی واقع تھا۔ پولوس نے پہلے ترسس میں تعلیم پائی پھر ۱۳ برس کی عمر میں یروشلم کے کالج میں داخل ہوا جس کا پرنسپل گملیل نامی یہودیوں کا بہت بڑا ربّی تھا۔ اس کا باپ غیر اسرائیلی یہودی تھا جو بہت بڑا تاجر تھا۔ جہازوں میں بیرونی ممالک میں مال بھیجتا اور منگواتا تھا۔ یہودیوں کو رومی حقوق حاصل نہ تھے لیکن اس کو غالباً غیر اسرائیلی ہونے کے باعث رومی حقوق حاصل تھے جس سے پولوس کو آئندہ زمانہ میں بہت فائدہ پہنچا کہ پولوس مشیر عدالت ہو گیا۔ مقدس استفنس کی شہادت پولوس کے مشورہ ہی سے ہوئی کیونکہ پولوس بڑا متعصب یہودی مسیحوں کا جانی دشمن تھا۔ بیسیوں رسول یا مسیحی مشنری اس کے ہاتھوں یا اس کے مشورہ سے قتل کئے گئے۔[1]

پولوس یروشلم کے کالج سے فارغ ہو کر وطن چلا گیا تھا۔ عرصہ بعد واپس یروشلم آیا تو صلیب مسیح کا واقعہ ہو چکا تھا۔ جب اس کو یہ حالات معلوم ہوئے، تو اس کو مسیح اور مسیحوں پر بہت غصہ آیا۔ لیکن اس نے دیکھا کہ عیسائیت کو دن بدن فروغ ہو رہا ہے، تو اس نے عیسائیت کو نیست و نابود کرنے کے لئے مکر دغا، فریب و نفاق کو بہترین ہتھیار سمجھا۔ وہ اپنے اوپر نزول روح القدس کا دعویٰ کر کے اور عیسائی بن کے حواریوں سے

[1] یہاں تک ملخصاً حیات پولوس مصنفہ ڈاکٹر سنا کر صاحب مطبوعہ ۱۹۳۴ء سے اخذ کیا گیا ہے۔ منہ

جا ملا ان سب چاروں نے بھی قبول کر لیا اور یہ قبول کرنا اس مصلحت سے تھا کہ اسکے شر سے نجات ملے کیونکہ یہ شخص غیر اسرائیلی تھا اور غیر اسرائیلی کا عیسائی ہونا خلاف حکم مسیح تھا چہ جائیکہ اس پر نزول روح القدس ہو۔ اس امر پر سب عیسائیوں کا اتفاق ہے کہ پولوس سے پہلے سب مسیحی شریعت موسوی کے پابند تھے مگر پولوس نے شریعت سے انکار کر دیا کہ شریعت کو ایمان سے کوئی تعلق نہیں مسیح نے صلیب پر لعنتیوں کی موت مر کر ہم کو شریعت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے جو لکڑی پر لٹکایا گیا وہ ملعون ہے۔ چنانچہ جب مسیحیوں نے اصرار کیا کہ جب تم غیر اسرائیلی لوگوں کو عیسائی بناتے ہو تو وہ بھی شریعت کا حکم بجا لائیں، اور جو غیر مختون ہوں ان کا ختنہ کیا جائے، تو پولوس نے صاف جواب دے دیا کہ اگلا قانون چونکہ کمزور اور بے فائدہ تھا اسلئے اٹھ گیا (عبرانیوں ۷ ہے) اور پاکوں کے لئے سب کچھ پاک ہے (رومیوں ۱۴) ۔

جب انسان کو اتنی آزادی مل جائے کہ مادر پدر آزاد جو چاہے کرتے پھرو کوئی حساب کتاب نہیں سیدھے جنت میں جاؤ گے تو عیاش اور مجرم طبیعتوں کو اور کیا چاہیئے، جیسا کہ فی زمانہ اس قسم کی عیاش طبیعتیں ماڈل اسلام بنانے کی فکر میں ہیں کہ موجودہ زمانہ میں پرانا محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم والا اسلام ان عیاش لوگوں کا ساتھ نہیں دے سکتا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے غیر اسرائیلیوں کی بھیڑ پولوس کے ساتھ ہو گئی تاہم شام و فلسطین میں حواریوں کی متبعین کی بھی تعداد کافی تھی یہ لوگ حضرت موسے اور عیسے کو سند میں برابر سمجھتے تھے (تاریخ موشیم) جب یہ دو

۱؎ پولوس کے بعد ۱۳۲ء میں جب ادریان بادشاہ نے یہودیوں کے فسادات کے باعث مختونوں کے قتل کا حکم دیا تو بہت سے عیسائیوں نے شریعت موسوی کو ترک کر کے مرقس کو اپنا پیشوا مقرر کر لیا یہ پولوس کا شاگرد تھا۔ منہ

فرقے ہو گئے تو پولوسی بدعتی فرقہ نے اُن حواریوں کے متبعین کا ابیونیہ نام رکھکر ان کو بدعتی فرقہ قرار دیا، پولوس کے فسادات نے یہاں تک زور پکڑا کہ مسیح کے حواری بھی بعض اوقات خوف زدہ ہو کر اتفاق رائے کر دیتے تھے، مگر اکثر دُور رہتے تھے اور ملاقات کے وقت کبھی تنبیہ و نصیحت بھی کرتے تھے، چنانچہ جب پولوس یروشلم میں گیا، تو وہاں کے ربیلیون کو خوف ہوا کہ دونوں فرقوں میں فساد نہ ہو جائے، ایک مجلس میں یہ اتفاق ہو گیا کہ غیر مختونوں پر ساری شریعت موسوی کا بوجھ نہ ڈالا جائے، صرف بتوں کے چڑھاوے، خون گلا گھونٹے مردار اور زنا سے ان کو منع کیا جائے (اعمال ۱۵/۲۹) پولوس نے اس وقت تو تسلیم کر لیا، لیکن بعد کو پھر گیا (عبرانیوں ۷/۱۲، رومیوں ۷/۴)۔

پولوس ساٹھ برس کی عمر میں عید پنتیکوست کے موقع پر جب یروشلم پہنچا تو لاکھوں یہودی اس وقت یروشلم میں جمع تھے، انہوں نے پولوس کے قتل کی سازش بنائی حواریوں کے متبعین عیسائی بھی ان کے ساتھ ہو گئے تو رومی کپتان نے پولوس کو گرفتار کر کے قیصریہ بھیجدیا، جہاں وہ دو سال تک قید کاٹ کر رہا کر دیا گیا۔

روما جل رہا تھا اور نیرو بنسری بجا رہا تھا

اس عرصہ میں فلسطین کا حاکم فیلکس کی بجائے فستس مقرر ہوا تو یہودیوں نے اس پر زور مارا کہ پولوس کو ہمارے حوالہ کیا جائے، بہت دنوں تک یہ تنازعہ رہا، آخر پولوس نے کہا کہ مجھے روم بھیج دیا جائے اور میرا مقدمہ قیصر کے سامنے پیش ہو، پولوس کو اپنے حقوق رومی کا بھروسہ تھا، لیکن جب وہ روم پہنچا تو اس وقت قیصر روم نیرو تھا، جس کی عیاشی کو عیسائیوں نے یہاں تک بدنام کیا ہوا ہے کہ "روما جل رہا تھا اور نیرو بنسری بجا رہا تھا"۔

نتیجہ یہ ہُوا کہ دو سال تک مقدمہ کی پیشی نہ ہوئی، اور پولوس قید خانہ میں پڑا رہا۔ پولوس کے خطوط زیادہ تر قید خانوں سے ہی لکھے گئے ہیں۔ عیسائیوں نے دنیا بھر کے عیوب قیصر روم نیرو میں جمع کر دیئے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ چونکہ پولوس کی قید محض نظر بندی تک محدود تھی۔ تمطاؤس، لوقا، مرقس، ستر خس، تخکس اور ایفراس وغیرہ بہت سے رسول اس کے پاس جمع ہو گئے تھے۔ اور عیسائیت کی تبلیغ روم میں بڑے دھڑلے سے ہو رہی تھی۔ حیات پولوس کا مصنف لکھتا ہے کہ:۔

"نتیجہ یہ ہُوا کہ ان میں سے بہت لوگ ایمان لائے اور ساری چھاؤنی میں یہ آگ بھڑک اُٹھی اور شاہی خاندان تک جا پہنچی"۔ ص ۱۲۴۔

اس کامیابی سے پولوس کے حوصلے یہاں تک بڑھے کہ اس نے اعلان کر دیا کہ:— "خدا کے سارے ہتھیار باندھ لو تاکہ تم ابلیس کے منصوبوں کے مقابلہ میں قائم رہ سکو۔ ہمیں خون اور گوشت سے کشتی نہیں کرنی ہے بلکہ حکومت والوں اور اختیار والوں اور اس دنیا کی تاریکی کے حاکموں اور شرارت کی ان روحانی فوجوں سے جو آسمانی مقاموں میں ہیں۔ اس واسطے تم خدا کے سارے ہتھیار باندھ لو۔ تاکہ برے دن میں مقابلہ کر سکو (ایضاً ص ۱۲۵)۔

عیسائیوں کے حوصلے بہت بڑھ چکے تھے۔ فوج بلکہ شاہی خاندان تک کے بعض افراد قیصر کی حکومت کے دشمن ہو چکے تھے۔ عیسائیوں نے حکومت کے خلاف توڑ پھوڑ کی تحریک معمولی پیمانہ پر شروع کرنی مناسب نہ سمجھی، بلکہ سارے شہر کو ہی جلا دینے کی ٹھان لی۔ روم۔ الکبرے اس زمانہ کا پیرس تھا۔ ان بد اندیشوں نے ایسی سکیم تیار کی کہ یکبارگی سارا ہی شہر آگ کے شعلوں سے بھڑک اُٹھا۔

قیصر نیرو کا پیلس جل کر خاک ہو گیا' اس کی رعایا گھروں سے بے گھر ہو گئی' اس کے محلات راکھ کے ڈھیر ہو گئے' اس کی زندگی موت سے بھی بدتر ہو گئی اور یہ مجرم عیسائی آج تک اُلٹا قیصر نیرو یا بالفاظ دیگر گھر کے مالک کو بدنام کر رہے ہیں کہ ـــــ "روما جل رہا تھا اور نیرو بنسری بجا رہا تھا"

اس نقصان عظیم سے نیرو کا غصہ بھڑک اٹھا' وہ عیسائیوں سے انتقام لینے کے لئے بے تاب ہو گیا' صدہا عیسائی قتل کئے گئے اور باقیوں نے روما سے بھاگ کر اپنی جان بچائی۔

پولوس کو گرفتار کر کے قید خانہ کی کال کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا' مہینوں کی تحقیقات کے بعد جب اس پر جرم ثابت ہوا' تو جلاد کے سپرد ہوا جس نے ۶۶ء میں اس کا سر تن سے جدا کر دیا[1]۔

اب پادریوں کی مشرکانہ ذہنیت کی ایک ادنیٰ مثال اور دیکھئے کہ مذکورہ کلیسا کی تاریخ میں پولوسی مذہب جو نصف صدی بعد شروع ہوا' اس کو تو پادری صاحب اصلی مذہب لکھتے ہیں' اور مسیح اور اس کے بارہ رسولوں کے مذہب کو بدعتی مذہب قرار دیتے ہیں' حالانکہ مسئلہ بالکل صاف ہے کہ اصل مذہب مسیح اور اس کے بارہ رسولوں کا مذہب ہی ہو سکتا ہے' اس کے علاوہ جو صدہا مذاہب یا فرقے پولوس کی دیکھا دیکھی پہلی اور دوسری صدی سے شروع ہو کر چھٹی صدی تک پیدا ہوتے چلے گئے' وہی سب فرقے مع پولوسی فرقے کے بدعتی فرقے کہلانے چاہئیں۔ (تاریخ دین عیسوی)۔

(عیسائیوں کے بدعتی فرقے

مصنفہ ہل مین اور ڈی گلکن کی تاریخ کلیسائے مسیح کو دیکھئے وہ ان صدہا

---

[1] ان واقعات کی زیادہ تر تلخیص "حیات پولوس" سے کی گئی ہے۔

بدعتی فرقوں کا نام بنام مفصل ذکر کرتے ہیں صرف ایک ناسٹک فرقہ ہی ایسا تھا جس کے آگے پچاس فرقے ہو گئے تھے، ناسٹک فرقے تیرہویں[1] صدی عیسوی تک قائم رہے رومی قیصروں اور پوپوں کے مظالم سے تنگ آکر کچھ حصہ تو رومن کیتھولک ہو گیا اور زیادہ حصہ مسلمانوں میں شامل ہو گیا[2]۔

علیٰ ہذا فرقہ مانٹزم نے یعنی چھٹی صدی عیسوی کے اوائل میں رومن کیتھولک کو دبا لیا تھا کہ روسی حکومت کے مظالم بد یہ فرقہ بھی نابود ہو گیا[3]۔

غرضیکہ مسیح اور اس کے بارہ رسولوں اور اس وقت کے انکے تمام پیروں کے مذہب کو چھوڑ کر پولوس نے بت پرستی اور برج پرستی کی آمیزش سے ایک نیا فرقہ بنا کر فرقہ بازی کی ایک ایسی لعنت ایک ایسی بدعت شروع کی کہ چھٹی صدی تک عیسائیوں کے صدہا فرقے بنتے چلے گئے۔

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (۳۷:۱۹) پھر عیسائیوں میں بہت سے فرقے پیدا ہو گئے اور آپس کے اختلافات میں پڑ گئے، افسوس ان کے کفر و ضلالت پر اور انکو ایک بڑے دن میں اللہ تعالےٰ کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا۔

---

[1] رومی عیسائی سیاح مارکوپولو تیرھویں صدی میں جب کیچ مکران سے چل کر جزائر نر اور مادہ دکر پالہ اور مالیا میں پہنچا تو لکھتا ہے۔

"ان جزائر کے تمام باشندے عیسائی ہیں مگر وہ نئے عہد نامہ کو نہیں جانتے صرف پرانے عہد نامہ کی شریعت کے قائل ہیں (ترجمہ مارکوپولو مطبوعہ لاہور ص ۱۶۵)۔

ظاہر ہے کہ یہ لوگ حواریین کے مذہب پر تھے (اور ممکن ہے اب بھی ہوں) کیونکہ انجیل تو جمع نہ ہوئی یا انکو نہ ملی مگر مسیح پر ایمان لائے اور مسیح کے ارشاد کے مطابق سابقہ شریعت پر قائم رہے نہ کہ پولوس بے شریعت کی طرح شریعت سے ہی انکار کر دیا۔ منہ [2] مسیحی کلیسا کی تاریخ مصنفہ ڈی گلمن[3]

[3] تاریخ درن عیسوی مصنفہ ل من اور مسیحی کلیسا کی تاریخ مصنفہ ڈی گلمن۔

مسلمانوں میں بھی اگرچہ بہت سے فرقے ہیں، مگر ان کے اصول میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ و اشہد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ یعنی اللہ تعالےٰ کی وحدانیت اور محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت اور عبدیت پر سب کا یکساں اتفاق ہے، مگر باب ہذا کی فصل ۴ میں بطور مثال عیسائیوں کے دو چار فرقوں کے ہی اختلافات الوہیت و ابنیت مسیح کے متعلق دیکھیں کہ کس طرح بال کی کھال نکال کر اور الٹی سیدھی منطقیں چھانٹ کر مہمل عقائد پر فرقہ بندیاں ہو رہی تھیں کہ ع۔

شد پریشاں خواب من از کثرتِ تعبیر ہا

کتب خانہ اسکندریہ میں کیا رکھا تھا

ان بیسیوں فرقوں کے آپس میں مباحثوں، مناظروں، جھگڑوں اور خرافات سے ہی اسکندریہ کا کتب خانہ بھرا ہوا تھا، مشہور مورخ گبن حضرت عمرؓ پر اس کتب خانہ کے جلانے کی مکمل تردید کرنے کے بعد لکھتا ہے:۔

"ایسے بدترین خرافات سے بھرے ہوئے کتب خانہ کو اگر واقعی حضرت عمرؓ نے جلا کر چھ ماہ تک اسکندریہ کے حمام گرم رکھے تو اس سے بہتر اور مصرف ان خرافات کا اور کیا ہو سکتا تھا۔"

اب پھر عیسائیت میں بت پرستی کے دخل کی کہانی

فصل سوم: قسطنطین کی سورج پرستی عیسائیت میں شامل ہوگئی

چوتھی صدی عیسوی میں قسطنطین اعظم قیصر روم کی

عیسائی مذہب پر نمایاں اثر انداز ہوئی سلطنت روم تو جمہوریت کی بنا پر ایک حد تک قائم تھی، لیکن قیصر سخت استبداد پسند تھا، اس زمانہ میں عیسائی مذہب روم کے ادنیٰ سے ادنیٰ طبقے میں رائج ہو چکا تھا، ان میں سے اکثر غلام تھے، اور باقی بھی غلامانہ ذہنیت رکھتے تھے، قسطنطین کے سیاسی اغراض کے لئے آلہ کار یہی لوگ ہو سکتے تھے، انکی تعداد بھی قسطنطین کے ہم مذہبوں کے خلاف کام کرتا تھا، لہذا اس کو حکومت کا مذہب اور حکومت کی پالیسی کو بدلنا پڑا، قسطنطین سورج پرست تھا جس کو اس زمانہ اپولو کے نام سے معبود قرار دیا تھا، انقلاب مذہب میں جو دقتیں پیدا ہوتی ہیں اس سے وہ ناواقف نہیں تھا، مگر قسطنطین نے اس مشکل کو آسانی سے حل کر دیا، اپولو کی گدی پر تو جناب مسیح کو بٹھا دیا، اور باقی کچھ روایات رسمیات یا طریق عبادت مذہب اپولو میں رائج تھے، اس میں سے اکثر تو عیسائیت میں ہی شامل ہو چکے تھے، باقی ماندہ اب شامل کر دیئے گئے، گویا کہ قریباً صرف نام کی تبدیلی ہوئی اور صرف چند نئی باتیں داخل کی گئیں، ان میں سے ایک تو ہفتہ کی جگہ اتوار کو روزِ عبادت مقرر کیا، حالانکہ توریت، زبور، انجیل یعنی ساری بائیبل کو دیکھ جایئے، ہمیشہ عبادت کا دن ہفتہ ہی مقرر رہا خود یسوع اور اس کے جملہ رسولوں نے بھی ہفتہ ہی کو مقرر رکھا مگر قسطنطین چونکہ سورج پرست تھا، اور سورج پرستوں کی عبادت بجائے ہفتہ کے اتوار کو ہوتی تھی، اسلئے قیصر نے عبادت کا دن اپنا ہی رکھا بپتسمہ عشاء ربانی وغیرہ یہ سب مذہب اپولو کی رسمیں ہیں جو پہلے ہی عیسائی اپنے میں داخل کر چکے تھے، گرجے کی شکل گو بعد میں بدل دی گئی لیکن کیتھولک گرجے اسی اپولو کے پرانے مندر کی یادگار ہیں، قسطنطین سے پہلے عیسائی

معبدوں میں مذبح کا رخ کسی خاص سمت میں نہ ہوتا لیکن قسطنطین کے بعد ہر مذبح کا رخ مشرق کی طرف رکھا گیا کیونکہ سورج پرست اپنی قربانی دیتے وقت اس طرف منہ کرتے ہیں جس طرف سے سورج نکلتا ہے اور مذبح کا رخ بھی مشرق ہی کو ہوتا ہے کہ ۔

آپ مسٹر ڈاپیر صاحب کی کتاب "معرکہ مذہب و سائنس" اور انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں مضمون "مسیحیت" اور دوسرا مضمون تاریخ کلیسا اور انسائیکلو پیڈیا ببلیکا دیکھئے کہ کس طرح عیسائی مذہب شرقاً غرباً۔ جنوباً۔ شمالاً فٹ بال کی مثل لڑھکتا رہا ۔

(فصل چہارم) عیسائیت ہمیشہ پنچائتی فیصلوں کے ساتھ ساتھ بدلتی رہی

مختلف مجالسِ مذہبی کے فیصلے مختصراً درج ذیل ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسائی مذہب خدا کی طرف سے نازل شدہ نہیں ہے جس طرح سیاسی قانونوں کی ہر سال ترمیم و تنسیخ ہوتی رہتی ہے یہ بھی ایک پنچائتی مذہب ہے جس پنچائت میں جن خیالات کے پنچوں کا غلبہ ہوگیا وہی مذہب عیسائیت میں تبدیل ہوتا چلا گیا جیسا کہ آئندہ ذکر آ رہا ہے تورات و زبور اور اناجیل کی بھی انہی پنچائتوں کے ہاتھوں ترمیم و تنسیخ ہوتی رہی مثلاً تثلیث کے متعلق ۔

(۱) کونسل آف نائس منعقدہ ۳۲۵ء نے یہ فیصلہ صادر کیا کہ ایریس کا مذہب غلط ہے۔ نہ ایرئیس کا مذہب تھا کہ ابن بلحاظ "ماہیت ذاتی" اب سے متغائر الوجود ہے مگر نیقی فرقہ نے یسوع کو فارسیوں کے دیوتا متھرا کی طرح دونوں کو یکجا کر

[illegible]

یسوع فی الواقع خدا ہے، اور باپ کی طرح ازلی ہے، اس کا ہم مقابل اس سے جدا بھی ہے، متحد بھی ہے۔

(۲) کونسل آف قسطنطنیہ منعقدہ ۳۸۱ء نے اپالونیریس کے مذہب کو باطل قرار دیا، یعنی یسوع فی الواقع انسان ہی تھا۔

(۳) کونسل آف ایفیسس منعقدہ ۴۳۱ء نے یہ فیصلہ صادر کیا کہ یسوع حامل شخصیتین تھا، جو منفصل نہیں ہیں۔

(۴) کونسل آف چالیسڈن منعقدہ ۴۵۱ء نے یہ فیصلہ کیا کہ تاہم وہ دونوں طبائع ایک دوسرے سے متمیز ہیں۔

منطوریٹ نے مشرقی سلطنت کے دو ٹکڑے کر دیئے، ہرقل نے ۶۳۱ء میں اس امر کو پیش کر کے دونوں جماعتوں میں اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کی کہ اگرچہ یسوع میں طبائع دو تھیں، لیکن ارادہ یا مرضی ایک ہی تھی، لیکن یہ کوشش بھی ناکام رہی، کیتھولک کلیسا نے اس امر پر اجماع کیا کہ اگرچہ ارادہ ایک نہ تھا دو تھے، یعنی تقاضائے الوہیت اور تقاضائے بشریت جدا جدا تھے، تاہم ہر معاملہ میں دو تقاضے ایک ہو جاتے تھے، قسطنطین دوم نے ۶۸۱ء میں باضابطہ تسلیم کر لیا کہ یسوع کی [illegible] میں دو تقاضے باہم یکرنگ تھے، اس سے پیچیدگی اور بھی بڑھ گئی، مشرکانہ رسوم اور بت پرستی کا دخل تو [illegible] سے پہلے ہو چکا تھا، رفتہ رفتہ چھٹی صدی عیسوی کے آخر میں عیسائی بالکل بت پرست ہو گئے، مریم کو خدا کا درجہ عطا کیا، کیونکہ ابتدا میں تثلیث کا عقیدہ [illegible] تین یعنی باپ اور بیٹا اور ایک دیوی مریم سے مرکب تھا، گرجوں میں مجسمے نصب کئے گئے، اور اولیاء سے استمداد باقاعدہ ہوتی تھی، مقدس پانی کا استعمال

جو دراصل مشرکانہ رسم ہے، کلیسا کی رسوم میں منتقل ہو چکی تھی۔ غرضیکہ عیسائیت سرتاپا بت پرستی اور مشرکانہ عقائد کا مجموعہ بن چکی تھی، کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور مبارک ہوا کروڑوں عیسائی اسلام کے آغوش میں چلے آئے۔ پھر یونیٹیرین Unitarian جیسا فرقہ پیدا ہوا جس نے تثلیث جیسے بیہودہ عقیدہ کا بالکل انکار کر دیا مارٹن لوتھر[1] جیسا مصلح پیدا ہوا جس پر آج بھی رومن کیتھولک والے مسلمان ہونے کا بہتان لگاتے ہیں اور تیرہ مسائل ایسے پیش کرتے ہیں جو لوتھر نے اسلام سے اخذ کئے تھے۔

باب پنجم

(فصل اوّل) مسلسل حادثوں اور پنچایتوں کے باعث تورات زبور اور اناجیل یعنی بائیبل میں تجدید تحریف

تنسیخ۔ ترمیم۔ اضافہ اور کمی۔

مندرجہ بالا عنوان کے متعلق خاکسار مصنف اس سے پہلے بہترین مفصل مضامین شائع کر چکا ہے۔ پہلا مضمون ۲۹ دسمبر ۱۹۱۶ء سے ۱۲ جنوری ۱۹۱۷ء

---

[1] مارٹن لوتھر ۱۰ نومبر ۱۴۸۳ء کو جرمنی کے علاقہ ایسن میں ایک معمولی گھرانہ میں پیدا ہوا۔ اور زندگی کے آخری سالوں میں بڑی تکالیف اور مصائب میں گھرا ہوا ۱۸ فروری ۱۵۴۶ء کو اسلیبن میں فوت ہو گیا۔ یہی لوتھر فرقہ پروٹسٹنٹ کا بانی ہے جو آج بھی رومن کیتھولک کے مقابلہ میں کروڑوں کی تعداد میں دنیا میں موجود ہے۔ (مارٹن لوتھر مطبوعہ ۱۹۵۲ء)

تک چار اقساط میں شائع ہوا جبکہ نومبر ۱۹۱۶ء میں بھوپال کی چھاؤنی سیہو کی مشنری لائبریری میں کئی روز تک پادری صاحبان سے مباحثہ رہا اور اسکی کیفیت اخبار اہلحدیث امرتسر میں شائع ہوتی رہی ۔

دوسرا مضمون ۔ اخبار الاعتصام میں ۱۰ ستمبر ۱۹۵۴ء سے ۸ اکتوبر ۱۹۵۴ء تک تین اقساط میں شائع ہوا ۔

تیسرا مضمون ۔ حال ہی میں ۵ مئی ۱۹۶۱ء سے یکم جولائی ۱۹۶۱ء تک اخبار اہل حدیث سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ میں چار اقساط میں شائع ہوا ۔

ان تینوں مضامین کو اگر شائع کیا جائے تو رسالہ ہذا کے برابر اس کی ضخامت ہو جائے گی ، اسلئے مختصراً پہلے توریت کے متعلق عرض کیا جاتا ہے

توریت کو موسٰی علیہ السلام سے نو سو سال بعد عزرا نے مرتب کیا

یہودی اور مسیحی حلقہ میں یہ بات مسلم ہے کہ عہد عتیق کی کتب کو بالعموم عزرا نے جمع و مرتب کیا تھا ، جو بقول ریونڈ ولیم بلیکی ڈی ڈی ۔ ایل ایل ۔ ڈی کے یہود کے بحال ہونے اور اپنے وطن کی طرف (یعنی اسیری بابل کی رہائی کے بعد) عود کرنے کی تاریخ میں یہودی لیڈروں میں کا ایک بڑا لیڈر تھا جس نے ارتجسس لانگی مانس (لانگی مانس یعنے لمبے ہاتھوں والا) کی حکومت کے آٹھویں سال میں بابل سے روانہ ہو کر موسوی دستوروں کے بحال کرنے میں بڑی جانفشانی کی تھی ، یہی عزرا ارتجسس کے ساتویں سال چھ سات ہزار اسرائیلیوں کے ہمراہ بابل سے یوروشلم روانہ ہوا ، عزرا سردار کاہن سرایا کی اولاد میں سے تھا ، جسے بنوکدنضر نے یوروشلم کو مطیع کرتے وقت مروا ڈالا تھا ، یروشلم میں پہنچ کر ماسوائے دیگر کاموں کے ایک اور بڑے کام میں عزرا نے حصہ

لیا اور وہ کام نہائیت بیش قیمت کام تھا جس کے سبب عزرا کا نام ہمیشہ عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا' اور وہ کام یہ تھا کہ اُس نے شریعت کی کتاب یا یوں کہیں کہ کینن آف سکرپچر کو مرتب اور شائع کیا۔

کئی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک شریعت کے نسخے یہودیوں کے درمیان نہائیت کمیاب تھے' اور اب جبکہ لوگ بابل سے لوٹ کر آئے' تو یہ نسخے نہ صرف کمیاب ہی تھے' بلکہ کئی ایک اس زبان کو بھی نہیں سمجھتے ہونگے جس میں شریعت کی باتیں تحریر تھیں پس عزرا کا پہلا کام یہ تھا کہ لوگوں کے سامنے شریعت پڑھ کر سنائے' عزرا نے نوشتوں کا ملاحظہ کرتے وقت پرانے عبرانی حروف کی جگہ کسری حروف جو زیادہ واضح اور عمدہ شکل کے تھے' استعمال کئے' ملاحظہ ہو تواریخ بائیبل مصنفہ ریورنڈ ولیم ڈی ڈی- ایل ایل ڈی ترجمہ ریورنڈ طالب الدین بی اے صفحہ ۳۹۶۔

منجملہ دیگر تبدیلیوں کے دو عملی تبدیلیاں جو اس زمانہ میں ایک دوسری صورت اختیار کئے ہوئے ہیں' عزرا نے ہی کی تھی' ان میں سے ایک تو عبادت خانوں اور عبادت خانہ کی عبادت کو جاری یا بحال کرنے کا کام تھا' گو قدیم زمانوں سے یہ رواج چلا آتا ہوگا کہ لوگ عبادت کے لئے جابجا اکٹھے ہوں' تاہم یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اسیری کے پہلے اس قسم کے مجمعوں سے سینکاگ (عبادتخانہ) کی صورت اختیار کی ہو' دوسرا کام روائتوں یا حدیثوں کی قدرت بڑھانے کا کام تھا۔

یہاں پر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اسیری کے بعد عبادت خانے ہر جگہ قائم کئے گئے تاکہ شریعت پڑھی جائے اور دعا مانگی جائے' شریعت کا پڑھا جانا اور اس کی شرح کرنا اس وقت سے ایک پیشہ بن گیا اور آئندہ

کاہنوں اور لاویوں کے ہی خاندان پر موقوف و محدود نہ رہا، لکھی ہوئی شریعت کے فقیہہ جیسا کہ اس پیشے والے کہلاتے ہیں، شرح کر کے سنایا کرتے تھے، اور جہاں اس کا مطلب کم صاف یا تشریح کا محتاج ہوتا تھا، تو وہ تشریح کر دیا کرتے تھے (یہیں سے طالمود کی بنیاد پڑی)۔

یہودیوں میں روایات کی ابتدا، مثنا، گیمرا اور طالمود

پھر رفتہ رفتہ یہ خیال بھی جڑ پکڑنے لگا کہ علاوہ لکھی ہوئی شریعت کے زبانی شریعت بھی متداول ہے، جو خدا نے بزرگوں کو مرحمت کی تھی، پر وہ نہ لکھی گئی مگر اس کا علم روایت یا حدیث کے وسیلے حاصل ہو سکتا، اور محفوظ رکھا جا سکتا ہے اور یہی وہ بزرگوں کی روائت کہلاتی ہے، جیسے دوسری صدی مسیحی کے وسط میں ربی یہوداہ نے جو کہ شمعون کا بیٹا تھا اور بڑا عالم شخص تھا، جمع کر کے قلمبند کیا، اس مجموعہ کو جس میں یہ روائتیں قلمبند تھیں، مثنا کہلاتے تھے پھر بڑے بڑے علماء نے مثنا پر تفسیریں کیں، یہ تفسیریں تنہا گیمرا کہلاتی ہیں، اور مثنا اور اس کی تفسیروں کو طالمود کہتے ہیں، بابل کی طالمود جسے کسدی یہودیوں نے تالیف کیا، ایک ایسی کتاب ہے جو بارہ جلدوں میں منقسم ہے، ملاحظہ ہو تواریخ بائیبل مذکور صفحہ ۲۱۰ و ۲۱۱ ۔

مذکورہ بالا چند سطور میں جو کچھ یہود کے علم روایات کے متعلق ولیم جی بلیکی صاحب کی زبان سے آپ نے سنا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دیگر مسیحی مستند مفسرین کی تفاسیر سے اس کی وضاحت و تشریح کی جائے کیونکہ یہیں سے سراغ چلتا ہے کہ عہد عتیق محفوظ عن التحریف نہیں رہا۔

جناب آدم کلارک صاحب جو مشہور و معروف مسیحی مفسرین، اپنی تفسیر

جلد دو کے اندر عزرا کی کتاب کی شرح کے دیباچہ میں لکھتے ہیں ۔
"یہود کا آئین دو قسم کا ہے، ایک مکتوب جسے توریت کہتے ہیں ۔
دوم غیر مکتوب جسے روایت زبانی کہتے ہیں اور بزرگوں کی معرفت انہیں
پہنچے اور مدعی ہیں کہ کوہِ طور پر یہوداہ نے موسٰے کو ہر دو مرحمت کئے تھے پس
اُن میں ایک کتاب کے وسیلہ سے اور دوسرے بزرگوں کے ذریعے سے پشت بہ
پشت نقل ہو کر ہم تک پہنچے اور اس وجہ سے ہر دو کو زمرہ میں مساوی اور منجانب اللہ
اور واجب التسلیم وقابل اتباع یقین کرتے اور مانتے ہیں، بلکہ موخر الذکر یعنی غیر
مکتوب کو ترجیح دیتے ہیں اور مانتے ہیں کہ آئین مکتوب بہ سبب اکثر جگہ
ناقص اور بہ اغلاق ہونے کے آئین غیر مکتوب کے بغیر ایمان کا اصل نہیں ہو
سکتا اور یہ روایت یا حدیث بڑی کامل اور واضح ہے اور قسم دوم کی تشریح
وتفسیر کر کے اسے مکمل کرتی ہے، اور اس سبب سے آئین مکتوب کے جو معنی آئین غیر
مکتوب یعنی روایات زبانی کے مخالف ہوں اُسے مردود اور فضول سمجھتے ہیں
یہود کی کتاب میں لکھا ہے کہ بزرگوں کے الفاظ توریت کے لفظوں سے زیادہ عزیز
ہیں اور توریت کے لفظ بعضے وزنی اور بعضے غیر وزنی ہیں، مگر مشائخ کے الفاظ
سارے کے سارے وزنی ہیں، اور نیز یہ کہ مشائخ کے الفاظ پیغمبروں کے الفاظ کی
نسبت بہت بڑے وزنی ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ آئین مکتوب ایسی ہے جیسے
پانی اور مثنا وطالمود جیسے شراب مصالحہ دار، یا آنکہ آئین مکتوب نمک اور
مثنا وطالمود جیسے مرچ اور مصالحہ شرح الحاصل یہود کے نزدیک مسلّمہ امر ہے کہ توریت کی
(نسبت مثنا وطالمود کا پڑھ کر اور بھی اعتبار کرنا چاہیئے ۔
پھر مثنا پر یہود کے علماء نے دو شرحیں لکھیں، ایک تیسری صدی مسیحی میں
یروشلم کے اندر دوسری چھٹی صدی کے شروع میں بابل کے اندر اور ان دونوں
شرحوں کا نام گمرا ہے اور گمرا کے معنے کمال کے ہیں اور بخیال یہود ان شرحوں

کے اندر متن کی تفسیر کمال کی ہوتی ہے، اور اگر متن اور شرح کو اکٹھا لے لیویں تو اس کا نام طالمود ہے۔ یروشلم والی طالمود معلق ہے، اسلئے بابل والی طالمود ان کے نزدیک زیادہ معتبر ہے۔

تفسیر ہارون جلد ۲ حصہ ۱ باب ۷۔ ہارون صاحب لکھتے ہیں۔

مثنا پر دو شرحیں ہیں، ہر ایک کو گمرا کہتے ہیں، پہلا گمرا یروشلم والا جو بعض محققین کے نزدیک پانچویں صدی میں یروشلم کے اندر اور دوسرا گمرا، بابل والا چھٹی صدی کے اندر بابل میں لکھا گیا، لیکن اول الذکر یہود کے نزدیک ایسی قدر نہیں رکھتا جیسی کہ مؤخر الذکر کی مقدرت ہے، اگرچہ فضول کہانیوں سے بھرپور ہے یہود میں اس کی درس تدریس کا رواج ہے، ہر مشکل میں اس کو اپنا راہنما سمجھ کر اس کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور گمرا اس واسطے کہتے ہیں کہ گمراہ کے معنے کمال کے ہیں، اور ان کا گمان ہے کہ یہ شرح توریت کا کمال ہے، اس سے بڑھ کر شرح نہیں ہو سکتی، اور نہ ہی دوسری شرح کی احتیاج ہے، اور متن کے ساتھ جب یروشلم والی گمرا ملتی ہے تو اس مجموعہ کو یروشلم والی طالمود کہتے ہیں اور جب بابل والی گمرا ملے تو اسے بابل والی طالمود کہتے ہیں۔

مذکورہ بالا ثلاثہ اشخاص معروف مسیحی مفسرین کے بیانات وخیالات سے چند امور بہ تشریح ثابت ہوتے ہیں جن پر غور کرنا ازبس ضروری ہے۔

ا۔ یہ کہ یہود کے نزدیک مذہباً و شرعاً آئین غیر مکتوب یعنی روایات زبانی بہ نسبت آئین مکتوب یعنی توریت وغیرہ کے زیادہ مستند عزیز اور واجب التعظیم والتسلیم ہیں۔

ب۔ یہ کہ پیغمبروں کے الفاظ کی نسبت مشائخ کے الفاظ زیادہ وزنی ہیں، یعنی صحف الانبیاء علیہم السلام سے علم روایات زیادہ قابل ترجیح ولائق پسند

اور واجب التسلیم ہیں۔

ج۔ یہ کہ آئین مکتوب یعنی توریت اکثر جگہ ناقص و مغلق ہے جو محتاج علم روایات ہے۔

د۔ یہ کہ آئین مکتوب (توریت وغیرہ) پر آئین غیر مکتوب یعنی علم روایات حکمراں ہے، کیونکہ علم روایات کے مخالف اگر توریت وغیرہ سے اگر کوئی امر ثابت ہو تو اُسے مردود جانتے ہیں۔

ہ۔ یہ کہ علم روایات کی اصل یعنی طالمود بابل والی گمارا جو بقول مسیحی مفسرین مذکورہ بیہودہ کہانیوں سے مالامال ہے، بہت قدر رکھتی ہے، اور یہود ہر مشکل میں اسے اپنا راہنما سمجھ کر اُس جانب رجوع کرتے ہیں، اب ناظرین خود غور فرماویں، ان امورات کے ہوتے ہوئے کون منصف مزاج محقق ہے، جو یہ کہہ سکے، کہ یہود نے اپنے علم روایات کو عہدِ عتیق میں اکثر مقامات پر جگہ نہ دی ہو کیونکہ جس صورت میں اصل ایمان اور حکمِ توریت و صحف الانبیاء پر علم روایات یعنی احادیث ہیں تو پھر ان کے نزدیک کچھ گناہ نہیں کہ وہ توریت کے کلمات ربانی میں اپنے کلمات روائتی و حکائتی نہ درج کریں۔

جناب آدم کلارک صاحب معروف مسیحی مفسر اپنی تفسیر میں تواریخ کے باب ۸ آیت ۹ کی تفسیر کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

"اس جگہ بے تمیزی سے عزرا نے بیٹے کی جگہ پوتا اور برعکس لکھا ہے، ایسے اختلافوں میں تطبیق دینی بے فائدہ ہے اور علماء یہود کہتے ہیں کہ عزرا کو جس نے یہ کتب مرتب کیں اور لکھیں معلوم نہ تھا کہ آیا بعض ان کے بیٹے تھے یا پوتے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ وے فردین جن سے اس نے (عزرا نے) نقل کی اکثر ناقص تھیں۔

جناب آدم کلارک صاحب کے مذکورہ بیان سے چند سطور بہ تصریح ثابت

ہوتے ہیں۔

ا۔ عزرا نے کینن آف سکریچر کے جمع کرنے میں بے تمیزی سے کام لیا۔

ب۔ عزرا کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا تھا یا پوتا سب شجرہ نسب و دیگر امورات مشتبہ یا غلط ہیں۔

ج۔ جن فردوں سے عزرا نے کینن آف سکریچر نقل کیا وہ ناقص تھیں اس لئے کئی مقامات اُس نے غلط امور لکھ دیئے۔

ان تین اور مندرجہ بالا پانچ تنقیحات سے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ کتب انبیاؑ پر روایات کو مقدم رکھتے ہوئے یہود نے بقیہ روایات کو آیات پر حکم بنایا اور روایات کی رُو سے آیات میں ہر طرح کی ترمیم تنسیخ اور تحریف کو جائز سمجھا۔ عزرا کا زمانہ چونکہ مسیح سے قریباً چھ سو سال پیشتر کا تھا ظاہر ہے کہ اس عرصہ میں روایات کو حکم بنا کر کتب انبیاؑ میں ہزاروں ترمیمیں ہو چکی ہونگی اور یہودیوں کے ہاتھوں سے عیسائیوں کے ہاتھ عہد عتیق اس وقت آیا جبکہ یہود بقول عیسائی مفسرین بھی اس کا حلیہ بگاڑ چکے تھے بلکہ خود عزرا کا مجموعہ بھی بقول عیسائی مفسرین قابل اعتبار نہیں تھا۔ یہ ہے اس عہد نامہ کی حالت جس کو نادان عیسائی خواہ مخواہ الہامی اور قابل تقلید سمجھتے ہیں۔

فصل دوم، توریت کی کتابوں کے نہ مصنفوں کا پتہ نہ زمانہ تصنیف کا

اب مندرجہ بالا عنوان کے متعلق ذیل میں اختصاراً چند اشارات دیکھئے۔ از تفسیر پیدائش (توریت کی پہلی کتاب) مصنفہ پادری کیمنن صاحب مترجم مسٹر ای جوزف مطبوعہ وکٹوریہ پریس بٹالہ۔

پادری صاحب موصوف لکھتے ہیں:۔

"یہ کتاب موسیٰ کی نہیں ہے، اس کے مصنف تین ہیں، شروع کی کہانی قدیم موسیٰ سے بھی پہلے کی ہے، دو مصنف موسیٰ کے بعد کے ہیں وہ کون تھے، یہ دو مصنف کب لکھے گئے، پتہ نہیں چلتا، یہ حصص بھی غیر مکمل ہیں کہ بہت سے بیانات بھی آپس میں متضاد ہیں، توریت کی دوسری کتابوں سموایل۔ روتی۔ تواریخ۔ واعظ۔ آستر اور ایوب کے مصنفوں اور زمانے کا پتہ بھی نہیں چلتا اور زبور میں بھی بہت سے زبور حضرت داؤد کے نہیں ہیں، موسیٰ کی دوسری کتابیں، احبار استثنا اور گنتی بھی موسیٰ کی نہیں ہیں بعد میں لکھی گئیں"

دیکھو تفسیر مذکور کے صفحات ۴-۶-۷-۴۴-۱۷۹۔

بائبل کے مشہور مفسر پادری ڈملو صاحب جنہوں نے ایک جلد میں بائبل کی مکمل تفسیر انگریزی میں لکھی ہے، عہد نامہ قدیم کے متعلق لکھتے ہیں۔

"مگر غور سے تحقیق کرنے پر ماننا پڑتا ہے کہ کتب خمسہ میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو اس پرانے خیال سے کہ موجودہ صورت میں یہ موسٰے کی کتابیں ہیں، مطابقت نہیں رکھتیں، مثلاً یہ اطمینان سے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ استثنا، باب ۳۴ میں موسیٰ نے اپنی موت کا حال خود نہیں لکھا، استثنا باب ۱ میں یہ بیان کہ یہ وہ باتیں ہیں جو موسیٰ نے یردن کے اس پار بیابان کے میدان میں اسرائیل کو کہیں کسی ایک شخص کے نقطہ خیال سے لکھا گیا ہے جو کنعان میں رہتا تھا حالانکہ موسیٰ کبھی کنعان میں گیا ہی نہ تھا"

اس قسم کی بہت سی مثالیں دے کر پادری صاحب بہت سی وجوہات

اپنے اس عقیدہ کی تائید میں لکھتے کہ:-

"موسیٰ کی پانچ کتابیں اصل میں ایک شخص کی لکھی ہوئی نہیں، بلکہ پہلی تحریروں کی بنا پر لکھی گئی ہیں"

علاوہ ازیں آپ اسلاطین ۴/۳۲ دیکھئے، صاف تحریر ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی امثال کی تعداد تین ہزار تھی اور ایک ہزار پانچ غزلیں تھیں، لیکن موجودہ بائبل میں امثال کے ۳۱ ابواب میں قریباً ایک ہزار امثال ہیں اور غزلیں تو صرف آٹھ ہی ہیں، وہ بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کی نہیں ہو سکتیں، بلکہ کسی آوارہ عاشق مزاج شخص کی ہیں جو اپنی معشوقہ کو بیوی بھی کہتا ہے اور بہن بھی بناتا ہے (۵/۹ وغیرہ) پھر معشوقہ کی عاشق کے ساتھ اور عاشق کی معشوقہ کے ساتھ ایسی فحش باتیں کرتا ہے اور ان کے ایک ایک عضو کی ایسی تعریفیں کرتا ہے کہ تہذیب و شرافت لاکھوں میل دور بھاگتی ہے مثلاً یہ تیری قامت درختِ تاڑ[1] کی مثال ہے اور تیری چھاتیاں انگوروں کے گچھوں کی مانند ہیں، میں نے کہا میں اس تاڑ پر چڑھوں گا اور اس کی شاخوں کو تھام لوں گا (۷/۸)

فصل سوم: عہد نامہ قدیم تین بار جلایا گیا اور نیا بنایا گیا

حضرت سلیمان کی وفات کے بعد ان کے سابق جرنیل یربعام نے سلیمان کے بیٹے رحبعام سے بغاوت کر کے جب بنی اسرائیل کے دس اسباط کو اپنے ساتھ ملا کر سماریہ کی حکومت قائم کر لی تو اس نے سونے کے بچھڑے کی پرستش کو رواج دیا، ان کے لئے مندر بنوائے، اپنی بت پرستی اور رسوم بد کو جائز کرنے کیلئے

[1] تاڑ کا درخت بہت اونچا اور سیدھا ہوتا ہے اس کا رس تاڑی بڑا نشہ دیتی ہے۔

سب سے پہلے اس نے اپنے موافق توریت میں تحریف کرائی حضرت سلیمان کے متعلق بے سروپا حکایات وضع کیں، تاکہ اسرائیلی دس اسباط سلیمان کے بیٹے رحبعام بادشاہ کی طرف مائل نہوں کیونکہ وہ ابھی تک بیت المقدس میں دو اسرائیلی سلطنت کے ساتھ حکمران تھا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہودیوں کے دس اسباط علانیہ شرک اور گوسالہ پرست ہوگئے (مفصل دیکھو تاریخ سماوی مصنفہ پروفیسر نواب علی اور السلاطین باب ۱۲-۱۳)

۵۸۶ء قبل مسیح میں بخت نصر نے بیت المقدس کے ساتھ عہد قدیم کی تمام کتابیں بھی جلا کر راکھ کردیں، تو حضرت عزیر (عزرا) اور نحمیا نبی نے اپنے حافظہ کی مدد سے اُن کو لکھا، لیکن ۱۶۸ء قبل مسیح میں شاہ انطاکیہ نے بیت المقدس اور مقدس صحائف کو پھر جلا دیا، تو یہودہ عقابی نے پھر لکھوائیں، مگر اب بجائے عبرانی کے یونانی میں لکھی گئیں کیونکہ عبرانی نابود ہوچکی تھی۔

مسیح سے بعد بھی پھر شاہ روم نے حملہ کرکے بیت المقدس کو جلا کر تمام کتابیں بھی جلادیں تو دوسری صدی عیسوی میں موجودہ بائبل اور تالمود لکھی گئیں، دیکھو نحمیاہ ۸ب و کتاب مقابیان دوم ۲/۱۳ و جیوش انسائیکلوپیڈیا جلد ۱۰ صفحہ ۶۱۳ نحمیاہ ۱۳ب دیباچہ تالمود بابلی صفحہ ۸ دیباچہ علوم بائبل جلد دوم از ریورنڈ ہارن اور انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد دوم اور مفصل دیکھنا ہو تو اخبار اہل حدیث سوہدرہ یکم جون ۱۹۶۱ء دیکھئے۔

فصل سوم، مقدس جیروم کی نئی بائیبل

مسٹر جے پیٹرسن سمتھ جو ایک جید عالم اور مشہور مصنف ہیں ان کی

تصنیف ہاؤ دی گاڈ اینڈ بائیبل کے دیباچہ سے بائیبل یعنی عہدنامہ قدیم اور جدید اناجیل وغیرہ کے متعلق مندرجہ ذیل اشارات دیکھئے (تفصیل کے لئے اہلحدیث سوہدرہ کے پرچے یکم و ۱۵ جون دیکھیں)۔

سنہ ۳۸۵ء میں جب مقدس جیروم نے سابقہ بائیبل کے مقابلہ میں نئی بائیبل لکھی، تو عیسائیوں نے کہا کیا اس کو بھی الہام ہوتا ہے، جو پرانی بائیبل منسوخ ہو گئی، اب یہ نئی اس کو الہام ہوئی، یہ تو ملحدانہ ترجمہ ہے، ایمان کو تہ و بالا کرنے والا، بعد میں کچھ لوگ رام ہو گئے، لیکن وہ سابقہ دونوں ترجموں کو بھی اپنے پاس بطور تبرک رکھتے تھے، رفتہ رفتہ عام رواج ہو گیا، اور وہی عیسائی کہنے لگے، کہ سابقہ دونوں ترجمے مسیح کے ادگرد کے دو چور ہیں اور جیروم کا ترجمہ مسیح کی مانند ہے، پھر ایک ہزار سال بعد جب ٹرنیٹ کی کونسل قائم ہوئی تو جیروم کے ترجمہ کو کونسل نے پاس کر دیا، کہ یہ صحیح ترجمہ ہے، حالانکہ اسی ترجمہ کو نیا الہام اور ملحدانہ ترجمہ کہا جاتا تھا۔

(فصل پنجم) سوا تین سو سال تک ۷۶ اناجیل ہی مستند اور اصلی سمجھی گئیں۔

اب اناجیل کی طرف آئیں تو یہاں پرانے عہدنامہ سے بھی زیادہ تماشا نظر آتا ہے، پادری ڈبلیو میچن صاحب ایم اے رسالہ "تحریف انجیل و صحت انجیل"[1] صکے پر اقرار کرتے ہیں کہ اناجیل کی تعداد کم از کم ستر ہے جو کہ یونانی - لاطینی - سریانی - عربی - قبطی زبان میں لکھی ہوئی ہیں، صرف

[1] یہ کتاب اب بھی پنجاب ریلیجس کتب سوسائٹی انارکلی لاہور سے مل سکتی ہیں۔

متی کی انجیل عبرانی میں ملی ہے، مگر پادری صاحب اس کو مصنوعی کہتے ہیں، غالباً اس لئے کہ اس میں تثلیث اور کفارہ کے بکھیڑے درج نہیں ہیں، پادری صاحب نے ۲۳۔ ایسی اناجیل اعمال وغیرہ کا ذکر کیا ہے جس کو بقول ان کے ۱۹۲۴ء میں مختلف زبانوں سے ڈاکٹر ایم۔ آر۔ جیمز نے ترجمہ کیا، ان میں سے چند ایک صرف ڈیڑھ صدی بعد مسیح کی ہیں، مگر پادری صاحب ان سب کو جعلی بتاتے ہیں، حالانکہ ۳۲۵ء تک یہی مستند سمجھی جاتی تھیں میں نے جو فہرست بقول پادری صاحبان جعلی اناجیل کی یکم جولائی ۱۹۶۱ء کے اخبار اہلحدیث سوہدرہ میں نام بنام نقل کی ہے، ان کی تعداد ۴۵ ہے جن میں پانچ نام پادری صاحب کی اس فہرست میں بھی آ گئے ہیں تو گویا جملہ جعلی اناجیل جو ہمیں نام بنام معلوم ہو چکیں ان کی تعداد ۷۰ ہے "کتب مسیح کلیسا کی تاریخ" جو کرسچن نالج سوسائٹی پنجاب کی طرف سے ۱۸۹۶ء میں شائع ہوئی تھی، اس کے ص۲۳ پر خود عیسائی مصنف لکھتا ہے کہ:۔

"پہلا مسیحی جس کے پاس نئے عہد نامہ کا کل مجموعہ تھا شہر قیصریہ کا ایک باشندہ بنام پمفلس تھا، یہ شخص ۳۰۹ء میں شہید ہوا کلیسا کی پہلی کونسلیں جنہوں نے عہد نامہ کی کتابوں کو مستند ٹھہرایا لیوڈیسیا اور کارتھیج میں منعقد ہوئیں، ان کی تاریخیں ۳۶۳ء اور ۳۹۷ء ہیں"

لیکن روم (اطالیہ) کا عیسائی سیاح مارکوپولو تیرہویں صدی عیسوی میں جب کیچ مکران سے چل کر جزائر نر اور مادہ (کیا او مالیا) میں پہنچا تو لکھتا ہے کہ "ان جزائر کے تمام باشندے عیسائی ہیں، مگر وہ نئے عہد نامہ کو نہیں جانتے، صرف پرانے عہد نامہ کی شریعت کے ہی

قائل ہیں" رمار کوپولو مطبوعہ لاہور ص ۱۶۵)۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی حواری یا ان کے اصحاب سے ابیونیہ خیالات کا کوئی مبلغ یہاں پہنچ گیا تھا جس نے بعد کی پولوس کی بدعتوں سے ان کو بچایا اور حضرت مسیح کے فرمانے کے مطابق موسوی شریعت ہی جاری کی۔

فصل ششم) اصلی اور نقلی کا مدبرانہ فیصلہ

مندرجہ بالا اناجیل ۷۲۔ اور چار مروجہ ۷۶، اناجیل ۳۲۵ء کی نیقیا کانفرنس کے سے پہلے صحیح مستند سمجھی جاتی تھیں اور ہر برادری کو گرجا میں رکھنی پڑتی تھیں جو بڑا ہی طول عمل متضاد اور مختلف حالات اور عقائد کا بھی بکھیڑا تھا، تو کانفرنس مذکور کو ان میں اصلی اناجیل نکالنے کے لئے اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی کہ ان سب اناجیل کا ڈھیر ایک اونچی مچان پر رکھ کر سب نے خداوند یسوع مسیح سے دعا کی، کہ اصلی اناجیل اوپر پڑی رہیں، نقلی نیچے گر جائیں۔ یسوع مسیح نے دعا سن لی اور مروجہ چاروں کے سوا سب جو اوپر پڑی تھیں نیچے گر گئیں تو کانفرنس والوں نے کچھ دنوں بعد ان چاروں کی صداقت پر تصدیق کر دی، مگر کرنا خدا کا یہ ہوا کہ دستخط کے وقت کانفرنس کے دو ممبر مر چکے تھے، نیسی فور قسطنطنیہ بشپ ۸۲۸ء ۸۵۸ء بیروونیٹس مورخ و فاضل چرچ ۵۳۸ء ۶۰۷ء ادنیس ہیروجنس لکھتے ہیں، کہ ان کی قبروں پر رات کو جا کر مسل رکھ دی گئی تو صبح کو مسل پر ان کے دستخط بھی موجود تھے، اتنی بڑی تحقیقات کاوش و غور کے بعد پھر مرجہ چاروں اناجیل کو کوئی جعلی سمجھے تو پھر اس کا ہی سر پھرا ہوا ہے، بھلا عیسائیت کی صداقت پر کیا اثر پڑ سکتا ہے؟ افسوس یہ افسانہ خود

افسانہ گروں کی عقل کا دیوالہ نکال رہا ہے، یہی وجہ ہے، کہ مقدس جیروم اور بعد کے نقادوں نے اس کو محض گپوڑا ہی خیال کیا اور اناجیل میں ترامیم پر ترامیم آج تک چلی آتی ہیں ؛-

فصل ہفتم ، فیصلہ قائم نہیں رہا

چنانچہ جیروم مقدس نے صرف ۳۳ سال بعد ہی چاروں اناجیل کو اس صورت میں ڈھال دیا کہ عیسائی دنیا لرز گئی، کہ یہ نئی اناجیل کہاں سے آ گئیں، کیا جیروم کو بھی الہام ہوتا ہے، یہ ملحدانہ ترجمہ کرنے والا کون ہے ؛-

میرے پاس اناجیل - اعمال خطوط - مکاشفات کی جو تفسیریں ہیں ان میں انجیل متی ص ۵۱ - اور انجیل یوحنا ص ۵۰۴ سائز کلاں مرتبہ پادری آر کلارک اور پادری عماد الدین کی ہیں، جو ۱۸۷۵ء میں طبع ہوئیں، مگر متی کی دوسری تفسیر جو پادری ڈاکٹر ایم یوسٹین صاحب پی - ایچ ڈی نے لکھی ہے اور جس کا ترجمہ پادری طالب الدین نے ۱۹۲۸ء میں کیا ہے، یہ زیادہ ضخیم ہے جو کہ آٹھ سو صفحات پر ختم ہوتی ہے، شروع میں ایک طویل مقدمہ ہے، یہ تفسیر کرسچن نالج سوسائٹی لاہور سے آج بھی مل جاتی ہے، میرا مضمون طویل ہوتا جا رہا ہے، اور مجھے مختصر کرنا ہے، اس لئے اس تفسیر کے طول طویل مقدمہ سے مختصر اشارات دیتا ہوں، تفصیل کیلئے یہ تفسیر دیکھیں یا میرا مضمون مندرجہ اہلحدیث سوہدرہ یکم جولائی ۱۹۶۱ء کا ملاحظہ فرماویں ؛-

پادری صاحب یوسٹینٹن لکھتے ہیں ؛-

(۱) اناجیل کی اشاعت باقاعدہ طریقہ پر نہیں ہوئی، کسی کے پاس کوئی انجیل تھی، کسی کے کوئی پھر ان میں سے کوئی حصہ کسی کو معلوم تھا کوئی کسی کو

(۲) قسطنطین اعظم نے چوتھی صدی عیسوی میں جا کر ان کو ترتیب دیا اور لکھوایا (۳) مقدس جیروم نے اس کو بھی بدل دیا۔

(۴) مگر اصلی نسخے ۱۲۵۴ء میں ملے، تو جیروم کی اناجیل کو بدل دیا گیا۔

(۵) اٹھارہویں صدی میں جب اور نسخے ملے تو سابقہ نسخوں میں ترمیم کر دی گئی (۶) انیسویں صدی میں پھر بڑے غور و خوض کے بعد محققانہ طور پر ترمیم کی گئی تھی، اور یہ بالکل صحیح ہے، پادری یو سٹیننٹن کے مقدمہ کا خلاصہ ختم ہوا مگر پادری صاحب جس کو بالکل صحیح کہہ رہے تھے، بیسویں صدی میں وہ بالکل غلط ثابت ہوا۔

فصل ہشتم، برطانیہ کے چرچوں نے تثلیث اور الوہیت مسیح سے انکار کر دیا۔

حال ہی میں مورخہ ۲۰ مئی ۶۱ء کے روزنامہ امروز میں شیخ عبدالقادر صاحب کی قلم سے ایک مضمون بعنوان "بائبل جدید کے ایڈیشن پر ایک نظر" شائع ہوا ہے، مضمون طویل ہے، مختصر عرض کرتا ہوں، جو مکمل دیکھنا چاہیں پرچہ دفتر سے طلب کر لیں، مذکورہ بالا انیسویں صدی کی ترمیم کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں اس کے بعد ۱۹۴۶/۱۹۵۲ کا ترمیم شدہ معیاری ایڈیشن" شائع ہوا اور قدیم نسخوں کے پیش نظر جو آیات متن انجیل کا حصہ نہیں تھیں، ان کو متن سے خارج کر دیا یا نوٹ دے دیا۔

اب اس ۱۹۶۱ء سال میں پھر چرچ آف انگلینڈ اور برطانیہ کے دوسرے مشہور چرچوں کی طرف سے "نیو انگلش بائیبل" کے نام سے نیا ترجمہ شائع ہوا

ہے، فی الحال انجیل کا ایڈیشن مطبع سے باہر نکلتے ہی کئی لاکھ کی تعداد میں
فروخت ہو چکا ہے، اس انجیل کی ترمیم و تنسیخ اناجیل کے پانچ ہزار قدیم
نسخوں کو سامنے رکھ کر کی گئی ہے، لوقا اور مرقس کی انجیل سے مسیح کے دوبارہ
زندہ ہونا اور آسمان پر جا کر خدا کے دائیں ہاتھ بیٹھنے کے واقع کو نکال دیا
گیا ہے، متی باب ۶ کی دعا کو مختصر کر دیا گیا ہے، الوہیت مسیح کی متعلقہ بعض
آیات کو اناجیل سے نکال دیا گیا ہے، بعض کے نیچے یہ نوٹ دیدیا کہ قدیم
نسخوں میں یہ آیات نہیں ہیں، انجیل لوقا سے مسیح کے آسمان پر جانے کی آیات
نکال دی گئی ہیں، اور اس کے بجائے یہ آیات لکھ دی ہیں کہ اس کے بعد
مشرق اور مغرب میں مسیح نے اپنا پیغام پہنچایا، ۱۶۱۱ء کے بائیبل کے
مصدقہ ترجمہ والی الوہیت مسیح اور تثلیث کی تائیدی آیات کو نکال
دیا گیا ہے، یوحنا کے خط سے تثلیثی آیت اور یوحنا انجیل کی پہلی تثلیثی آیت
کے ترجمہ کو بدل گیا ہے، رومیوں ۹/۵ میں جو ابد تک مسیح خدائے محمود لکھا
ہے، اس کی نسبت مسیح سے کاٹ کر صرف خدا کی طرف کی گئی ہے۔

رومیوں ۱۴/۱۰ میں مسیح کی عدالت کی بجائے خدا کی عدالت لکھا گیا ہے، اعمال
۲۰/۲۸ میں خدا کے خون کی بجائے مسیح کا خون لکھا ہے، اور ہر جگہ مسیح کو خداوند گاڈ
کی بجائے لارڈ لکھا ہے، یوحنا باب ۸ میں جو بدکار عورت کا افسانہ لکھا ہے
اس کو نکال کر نیچے کر دیا ہے، اور ساتھ ہی یہ لکھ دیا ہے کہ یہ افسانہ قدیم
نسخوں میں نہیں ہے، لوقا ب ۲۲ سے عشاء ربانی کے متعلق آیات نکال دی گئیں
ہیں، الغرض قریباً ایک ہزار الفاظ پر مشتمل آیات کو موجودہ اناجیل سے نکال دیا
گیا ہے، یا غلط ہونے کا نوٹ دیدیا گیا ہے یعنی اناجیل میں تثلیث کے
متعلقہ جتنی آیات ہیں، ان کو خارج کر کے صرف توحید ہی رکھی گئی ہے، اب

صرف محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کہنے کی دیر ہے

ڈھب پہ کچھ آ ہی گئے ہیں چند باتوں میں
اور کھل جائیں گے وہ دو چار ملاقاتوں میں

فصل نہم، مروجہ اناجیل تیسری صدی کی تصنیف ہیں

ڈاکٹر آر۔ ڈبلیو۔ ڈیل صاحب۔ ایل ایل ڈی کی کتاب "دی لونگ کرائسٹ اینڈ دی فورگاسپلز" کا ترجمہ "زندہ مسیح اور اناجیل اربعہ" کے نام سے پادری طالب الدین صاحب نے ۱۹۰۲ء میں کیا تھا یہ کتاب اب بھی پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور سے مل سکتی ہے، اس کتاب میں ڈاکٹر ڈیل صاحب موصوف یہ بیان کرتے ہیں کہ یورپ کے اہل علم و فضل کا بڑا طبقہ مروجہ اناجیل کو نہ تو اصلی تسلیم کرتا ہے، نہ اُن رسولوں کی تصانیف تسلیم کرتا ہے جن کی طرف یہ منسوب کی گئی ہیں اس کا ثبوت علماء مذکور یہ دیتے ہیں کہ سینٹ جسٹن شہید جس کی تصنیف اپولوجیا کا ذکر باب ۲ (فصل اول) میں آچکا ہے، شہر نیابوس (کنعان) میں ۱۰۳ء میں پیدا ہوا اس کا باپ بُت پرست تھا، اس نے ۱۳۳ء میں عیسائی مذہب اختیار کیا علم موسیقی اور نجوم کو حرام سمجھتا تھا اس کی تصانیف فرسٹ اپالوجی سیکنڈ اپالوجی اور ڈائے لاگ "ٹرفو" اب بھی ملتی ہیں ۱۶۶ء میں روم میں قتل کیا گیا۔ لیکن اپنی تصانیف میں کہیں بھی اس نے مروجہ اناجیل کا ذکر نہیں کیا، حالانکہ وہ بڑا محقق تھا اس کا جواب ڈاکٹر ڈیل صاحب نے یہ دیا ہے کہ جو آیات اس نے اپنی تصانیف میں لکھی ہیں، اُن میں سے زیادہ موجودہ اناجیل میں بھی ہیں، حالانکہ میرے خیال میں یہ آیات انجیل برنباس رسول

نقودیموس حواری کی انجیل اور تعلیم دوازدہ رسولان سے لی گئی ہیں جن کو دنیائے عیسائیت جعلی اور نقلی سمجھتی ہیں جسٹن کا ہمعصر مارکیان (مارشین) پنطس میں پیدا ہوا تھا' وہ رسولوں کی تعلیم کا قائل نہ تھا' صرف پولوس کے چند خطوط جن کی کاٹ چھانٹ کر کے اس نے خود ہی اصلاح کر لی تھی اس کے پاس تھے' یا اس کی خود نوشتہ ایک انجیل بھی تھی جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ لوقا کی انجیل سے ملتی جلتی تھی' مگر ان چاروں مروجہ اناجیل کا نہ کہیں اس نے ذکر کیا نہ نام لیا' ڈاکٹر صاحب نے دیگر واقعات اور اثبات کے تردید کرنے کی بھی ناکام کوشش کی ہے جس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے' کہ مروجہ اناجیل تیسری صدی میں نامعلوم مصنفوں نے تصنیف کر کے رسولوں کے سر تھوپ دی ہیں' حتیٰ کہ یوحنا کو بھی باقی انجیلوں کا علم نہ تھا' ورنہ وہ بیسیوں صریح اختلاف تینوں سے ہرگز نہ رکھتا' لیکن جیسا کہ اوپر "مسیح کلیسا کی تاریخ" کے صـ۲۲ کے حوالہ سے گذر چکا ہے' موجودہ عہد نامہ سب سے پہلے ۳۰۹ء یعنی چوتھی صدی کے اوائل میں مرتب ہوا اور چوتھی صدی کے آخر میں خواہ مخواہ اس کی تصدیق کر دی گئی:۔

پادری ڈبلو صاحب جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے' اپنی تفسیر کے صـ۹۲ پر انجیل متی کی بابت لکھتے ہیں کہ:۔

"جو کچھ اوپر بیان ہوا ہے اس سے یہ ظاہر ہے کہ اس انجیل کا براہ راست متی کی تفسیر ہونا غیر اغلب ہے۔"

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

"متی نے کوئی کلمات وغیرہ مسیح کے جمع کئے ہونگے جن کو اس مصنف نے استعمال کیا ہے۔"

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے مشہور مؤرخ ولیم مور صاحب بھی مروجہ اناجیل کو جعلی اور جھوٹ کا پلندہ خیال کرتے ہیں چنانچہ تاریخ کلیسا مطبوعہ ۱۸۴۸ء حصہ دوم باب ۳ میں لکھتے ہیں کہ:-

"فیلسوفوں اور بت پرستوں کی طرح عیسائیوں نے اپنے دین کے واسطے جھوٹ بولنا جائز کر لیا اور جھوٹی انجیلیں بنا کر حواریوں کے نام منسوب کرنے لگے"

غرضیکہ عیسائیوں کے ہی مؤرخین مفسرین قریباً سبھی متفق ہیں کہ یہ اناجیل بلکہ جملہ بائیبل بالکل بناوٹی اور جعلی ہیں:-

باب ششم

فصل اول کنواری اور اکلوتا

اناجیل کو دیکھا جائے تو نہ حضرت مریم کنواری تھیں اور نہ ہی مسیح اکلوتا تھا۔ (متی ۵۴/۱۳ میں ہے کہ)۔

"جب مسیح نے وطن میں تعلیم دی تو لوگ حیران ہوئے اور کہنے لگے کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں اور اس کی ماں مریم نہیں کہلاتی اور اس کے بھائی یعقوب اور یوسف اور شمعون اور یہوداہ اور اس کی سب بہنیں ہمارے ساتھ نہیں ہیں پس اس نے سب کچھ کہاں سے پایا"

مرقس ۳/۶ میں ہے کہ:-

"کیا یہ مریم کا بیٹا بڑھئی نہیں؟ اور یعقوب اور یوسیس اور یہوداہ اور شمعون کا بھائی نہیں ہے، اور اس کی بہنیں ہمارے پاس یہاں نہیں ہیں"۔ علاوہ بریں دیکھو متی ۱۳/۱۲ یوحنا ۲/۱۲ اور ۷/۳ و ۵)

آپ یہ سب حوالجات بغور پڑھیں، جو یہ یقین دلاتے ہیں کہ عیسائیوں کی مریم کے بطن سے حضرت مسیح سے پہلے متعدد بیٹے بیٹیاں پیدا ہو چکے تھے، تو تعجب ہے کہ مریم اب بھی کنواری ہی تھیں، اور مسیح اب بھی اکلوتا ہی تھا، یہ امر یاد رکھئے، حضرت مسیح کے بن باپ ہونے کا ذکر صرف متی اور لوقا کی اناجیل میں ہے، مرقس اور یوحنا کی اناجیل میں اس کا ذکر نہیں، حالانکہ عیسائیوں کی اپنی تحقیق کی رُو سے مرقس اناجیل اربعہ میں سب سے پہلی انجیل ہے، اور باقی اناجیل کی ماخذ ہے، اور پھر یہ کہ خود لوقا ہی مسیح کو یوسف کا بیٹا لکھتا ہے، شجرہ نسب میں بھی، اور عید فسح پر جب تین دن کے بعد مریم نے بیٹے کو دیکھا تو بولی :-

"بیٹا تو نے کیوں ہم سے ایسا کیا، دیکھ تیرا باپ اور میں کڑھتے ہوئے تجھے ڈھونڈتے تھے"۔ (لوقا ۲/۴۸) "وہ ہم کو مل گیا وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے"۔ (یوحنا ۱/۴۵)

پھر اگر بلا باپ ہونے سے الوہیت شامل ہو سکتی ہے، تو حضرت آدم علیہ السلام میں مسیح کی نسبت زیادہ الوہیت شامل ہونی چاہیئے، کیونکہ باپ کے علاوہ انکی ماں بھی نہ تھی، اگر کہا جائے کہ ان کو جدِ اوّل ہونے کی وجہ سے بلا ماں باپ کے اللہ تعالیٰ نے خلق فرمایا، تو ملک صدق جس نے حضرت ابراہیم کو برکت دی تھی (پیدائش ۱۴/۱۸) وہ بھی بغیر ماں باپ کے ہی پیدا ہوا تھا۔

عبرانیوں ۷ باب میں ہے :-

"ملک صدق شاہ سالیم یعنی سلامتی کا بادشاہ ہے بے باپ ماں بے نسب نامہ جس کے نہ دنوں کا شروع نہ زندگی کا آخر، مگر خدا کے بیٹے سے مشابہ ٹھہر کے ہمیشہ کاہن رہتا ہے"

اس میں حضرت مسیح سے بہت زیادہ الوہیت شامل ہونی چاہیئے جس کی ابتدا اور انتہا کوئی نہیں ہے، پھر برسات میں اربوں کیڑے حشرات الارض بغیر ماں باپ کے پیدا ہوتے ہیں تو کیا ان میں خدائی گھسی ہوتی ہے؟

(فصل دوم) کنواری کی غیر متعلقہ پیشین گوئی۔

"نبی یا نبی سے بڑا" کے مصنف نے اوّل ہی صفحہ پر متی کی اس پیشین گوئی کا ذکر کیا ہے، جو اس نے یسعیاہ نبی کے حوالہ سے مسیح کی طرف زبردستی ہی منسوب کر دی ہے کہ:-

"دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی، اس کا نام عمانوایل رکھے گی" (متی ۱/۲۳ اور یسعیاہ ۷/۱۴) حالانکہ یسعیاہ نبی کی کتاب کے ساتویں باب میں یہ قصہ اس طرح ہے کہ یہود کے بادشاہ آخز پر شاہ ارام نے حملہ کیا، تو یسعیاہ نبی نے اس کو مذکورہ بالا بشارت دی، کہ عمانوایل اس طرح پیدا ہو کر جب جوان ہوگا تو تیرا خوف جاتا رہے گا، چنانچہ سنوں بائیبل کے مطابق وہ لڑکا ۷۴۲ قبل مسیح ایک عورت نبیہ کے ہاں پیدا ہو کر جب جوان ہوا تو یسعیاہ نبی نے اس کو کہا۔

اُس (شلواح) کے پروں کے پھیلاؤ سے تیری سرزمین کی ساری عرض اے عمانوایل ڈھنپ جائے گی (یسعیاہ ۸/۸)۔

یسعیاہ میں عمانوائل (خدا ہمارے ساتھ متی ۱/۲۳) ہے، مگر یہاں نام رکھا جاتا ہے مسیح (بچانے والا متی ۱/۲۱)، کس قدر افسوس ہے' ان بزرگوں اور برخورداروں پر کہ یا تو یہ خود بے وقوف ہیں یا لوگوں کو بیوقوف بنانا چاہتے ہیں' اپنے نبی کی شان ایسے فریب اور دھوکے سے اونچی کرنی کہاں کا اخلاق اور صداقت ہے کہ ۷۴۲ سال قبل کے گذشتہ واقع کو فریب سے اپنے نبی پر چسپاں کیا جاتا ہے حالانکہ دونوں نام بھی نہیں ملتے' اور نہ ہی حالات ملتے ہیں کہ :-

" اے خدا تو کہاں ہے' کہتے ہوئے مسیح نے جان دیدی " (متی ۲۷/۴۶)

جس کو مرتے ہوئے بھی خدا نہ ملا' خدا اس کے ساتھ کس طرح ہو سکتا ہے اور جو خود نہ بچ سکا' وہ کسی کو کیا بچائے گا :-

(فصل سوم) موسے ثانی کی پیشین گوئی

اس کتاب کے اسی صفحہ اول دوسری پیشین گوئی بھی محض فریب سے چسپاں کی گئی ہے کہ خدا نے موسے سے یسوع مسیح کی پیدائش کے وعدہ کے بارے میں کہا تھا :-

" میں نے اُن کے لئے اُن ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اُسے حکم دونگا وہی وہ ان سے کہے گا " (استثنا ۱۸/۱۸)

اب یہ پیشین گوئی حضرت مسیح پر کسی طرح بھی چسپاں نہیں ہو سکتی :-

(۱) موسے میں تثلیثی اجزا نہیں پائے جاتے اور وہ ایک میں تین اور تین میں ایک تھا ہی نہیں تو مسیح موسے کی مانند کس طرح ہو گیا :-

(۲) " اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا "

حالانکہ عیسائیوں کا اقرار ہے، کہ مسیح پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی اور مروجہ اناجیل متی۔ لوقا۔ مرقس اور یوحنا کی ہیں۔

(۳) "جو کچھ میں اُسے دوں گا وہ وہی اُن سے کہے گا"

قرآن مجید میں ہے مَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ہمارا رسول اپنی خواہش سے نہیں بولتا، وہ تو وحی کو بیان کرتا ہے۔

پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مسیح حضرت موسیٰ کی مانند کس طرح ہو گئے، موسیٰ نے تو بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دلوائی، اور مسیح کو بنی اسرائیل نے ہی صلیب پر چڑھوا دیا۔ موسیٰ نے مدین سے آکر فرعون کا مقابلہ کیا، اور یہ بچپن سے لے کر صلیب تک حکومت کے سامنے سے چھپتے پھرتے ہی رہے، انہوں نے توریت میں شریعت کو قائم کیا مگر انہوں نے نام لے لیکر شریعت کو منسوخ کر دیا اور خود کوئی شریعت قائم نہ کی (مفصل دیکھو باب اول)، اس طرح کوئی بھی بات لے لو کسی میں بھی حضرت موسےٰ سے مسیح کو کوئی مماثلت نہیں ہو سکتی۔

حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ کی طرح اپنے وقت کے فراعنہ کو بھی مغلوب کیا، اور اپنی شریعت بھی توریت کی مانند قائم کی اور آپ موسےٰ اسرائیلی کے بھائیوں اسماعیلیوں سے پیدا بھی ہوئے پھر خواہ مخواہ دنیا کو فریب دینے کے لئے کتاب کے شروع ہی ایسی پیشین گوئی سے کیا گیا ہے جس کا کوئی دور کا تعلق بھی مسیح کی آمد سے نہیں ہے۔

اگر وہ "نبی" کے مصداق حضرت مسیح علیہ السلام ہوتے تو انکے آنے کے بعد وہ "نبی" کا انتظار عیسائیوں کو نہیں کرنا چاہیئے تھا حالانکہ آپ اعمال ۳-۱۹-۲۳ کو دیکھئے پطرس رسول کا اعلان صاف ہے کہ جب تک وہ

"نبی" کا ظہور نہ ہوگا مسیح کا دوبارہ نزول نہیں ہو سکتا' اگر مسیح ہی" وہ نبی" تھا تو پھر اس کے آنے سے پہلے اس کے سوا دوسرے کی انتظار کی کیا ضرورت تھی۔

"نبی یا نبی سے بڑا" میں حضرت مسیح کے متعلق باقی فضائل جو غلو اور افراط سے بیان کئے گئے ہیں' اُن میں سب حوالجات' اناجیل مروجہ کے ہیں' جو بیچارے بیبدھے سادھے ناخواندہ عیسائی ہی تسلیم کر سکتے ہیں' کوئی ذی ہوش انسان تو ان کو سننے کے لئے بھی تیار نہیں ہو سکتا' ہاں بحیثیت مسلمان ہونے کے ہم مسیح کو ایسا نبی تسلیم کرتے ہیں جو بہت سے اسرائیلی انبیاؑ سے افضل تھے' اور نبی تو چھوٹا بھی ہو تو بھی دسیوں اولیاؑ سے افضل ہوتا ہے۔

فصل چہارم) ایک اور بناوٹی پیشین گوئی

گولڈ سیک صاحب نے جو ایک دو پیشین گوئیاں لکھی ہیں' وہ ان سے بھی مہمل اور لایعنی ہیں جن کو دور کا تعلق بھی پیشگوئی سے نہیں ہے' مثلاً داؤد اپنے بادشاہ (خداوند) ساؤل کے سامنے بربط بجایا کرتا' اور بادشاہ کے قصیدے گایا کرتا تھا' اور اپنے کو بادشاہ کا بندہ ظاہر کرتا تھا (سموایل ۱ ب ۲۲-۲۳ ب ۱۰)' بادشاہ نے داؤد کو فوج کا جرنیل بنا دیا' اور وہ جہاں بھی جاتا تھا فتحیاب ہوتا تھا (سموایل ۲ ب ۵)' انہی ایام میں داؤد نے اپنے خداوند کا ایک قصیدہ گایا جو کہ زبور ۱۱۰ (گانے یا گیت کو عبرانی میں زبور کہتے ہیں) میں یوں درج ہے کہ:-

"خداوند نے میرے خداوند سے کہا تو میرے داہنے ہاتھ بیٹھ' جب تک میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں تلے کی چوکی بناؤں۔"

داؤد کے زبور (گانے) وقت کی موزونیت کے ساتھ بنائے اور گائے

جاتے تھے، اور بہت سے زبوروں کے شروع میں اس کی تشریح بھی کی گئی ہے، مثلاً زبور ۵۹ کے شروع ہے:-

"منشی داؤد کا پیغام" یہ زبور اس وقت تصنیف ہوا جب ساؤل بادشاہ نے سپاہی بھیج کر داؤد کے گھر پر گھیرا ڈال دیا، تاکہ اُسے قتل کرے (شخصیت کے سر پر گایا جائے):-

باقی رہا یہ سوال کہ وہ زبور کہاں ہے، جو حضرت داؤد پر خدا کی طرف سے نازل ہوا تھا، تو جواب یہ ہے، کہ اصل توریت اور اصل انجیل ہی کہاں ہیں، جو اصل زبور کی تلاش کی جائے، مندرجہ بالا زبور میں داؤد اپنے خداوند (بادشاہ ساؤل) کی تعریف میں گا رہا ہے، مگر پادری گولڈسیک صاحب کی لن ترانیاں سنئے، لکھتے ہیں کہ:-

"توریت و زبور کی پیشین گوئیوں میں سے بہت سی ظاہر کرتی ہیں، کہ مسیح تمام دیگر انبیاء سے بزرگ و برتر ہوگا، یا دوسرے الفاظ میں یوں کہیں کہ اس کی ذات الٰہی ہوگی۔ مثلاً ۱۱۰ زبور کی پہلی آیت میں ہے (یعنی اوپر کا زبور درج ہے)"

اسی کو کہتے ہیں "کھودا پہاڑ نکلا چوہا" پہلے تو یونانی بت پرستوں کی تقلید میں خود ہی یہ عقیدہ گھڑ لیا، کہ مسیح خدا بھی ہے، اور پھر خدا کے داہنے ہاتھ بھی بیٹھا ہے، اس کے بعد ایک جرنیل جو اپنے بادشاہ کے سامنے بربط بجا کر اس کا قصیدہ گا رہا ہے، اس کو مسیح کے متعلق ایسی پیشین گوئی بنا دیا، کہ دوسرے الفاظ میں یوں کہیں کہ اس کی ذات الٰہی ہوگی ؎

ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجۂ جنوں
دے گا تمام عقل کے بخیے اُدھیر تو

پھر جس داؤد کی پیشین گوئی کو آپ مسلمانوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں، اس کی پوزیشن آپ نے کیا بنا رکھی ہے جس نے دوسرے کی بیوی بنت سبع کے ساتھ زناہ کیا، اور اس کے شوہر کو ناحق مروا کر جبراً اس پر قبضہ کر لیا (سموایل ۲/۱۱) اور جس کی کم از کم سزا توریت نے قتل اور سنگسار قائم کی ہوتی ہے (احبار ۲۰/۱۰، استثناء ۲۲/۲۲) ایسا شخص نبی تو کجا شریف آدمی بھی نہیں کہلا سکتا اس کی پیشین گوئی کو مجذوب کی بڑ یا گپوڑا ہی کہہ سکتے ہیں، اس کو مسلمانوں کے سامنے پیش کرتے ہوئے شرم آنی چاہیئے تھی، ہاں اگر مسلمانوں کے حضرت داؤد علیہ السلام کا اصل زبور شریف ہوتا اور اس میں کوئی درحقیقت پیشین گوئی مسیح کے متعلق ہوتی تو مسلمانوں کو مسیح علیہ السلام جیسے مرسل نبی کے متعلق پیشینگوئی کو تسلیم کرنا قابل فخر ہے، انکار ہو ہی نہیں سکتا، میں نے ان جملہ پیشین گوئیوں کو بغور پڑھا جو اناجیل اور اعمال و خطوط وغیرہ سے ان رسائل میں مسیح کے متعلق لی گئی ہیں، چند ایک کے سوا سب کا یہی حال ہے، اور یہ تین تو گویا پادری صاحبان نے انتخاب کر کے مسلمانوں کے سامنے پیش کی ہیں اور اُن میں جو صداقت ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ ع۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

نوٹ۔ میرا خیال تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو بیسیوں پیشین گوئیاں توریت، زبور اور اناجیل میں درج ہیں ان میں سے کم از کم آٹھ دس کا انتساب واقعات سے ثابت کروں، مگر اب ضخامت زیادہ بڑھ گئی ہے اور آٹھ پیشینگوئیاں حضرت قاضی محمد سلیمان صاحب کے رسالہ استقامت میں شائع ہو چکی ہیں یہ رسالہ حال میں ہی دوبارہ شائع ہوا ہے، جو صرف چار آنہ میں مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور سے مل سکتا ہے، یہ آٹھ پیشین گوئیاں

بھی ایمان لانے والے کے واسطے کافی ہیں، ورنہ حضرت قاضی صاحب موصوف کی کتاب "رحمۃ اللعالمین" دیکھئے۔ اس میں واقعات کے ساتھ ساتھ بیسیوں پیشین گوئیاں مل جائیں گی، تو پھر رسالہ ہذا میں بھی درج کرنا بھی تضیع زر اور تضیع اوقات ہی ہو سکتا ہے۔

باب ہفتم

(فصل اول) تثلیثی اجزا (خدا، کلمہ اور روح)

کلمہ!

مسٹر گولڈسیک صاحب ...... نے اپنی تصنیف (اسلام میں مسیح) میں قرآن مجید سے بزعم خود یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن میں تثلیث کی تعلیم ہے، چنانچہ کلمہ کے متعلق آپ لکھتے ہیں کہ۔

"مسیح قرآن میں کلمۃ اللہ کہلاتا ہے، یہ ایسا لقب ہے جو ازحد صفائی اور صراحت کے ساتھ مسیح اور خدا باپ میں ایک خاص رشتہ پر دلالت کرتا ہے، مسلمان مصنفین نے کتنی طرح سے کوشش کی ہے کہ "کلمۃ اللہ" سے جو عیسیٰ کی الوہیت کا صاف نتیجہ نکلتا ہے اس پر دھول ڈالیں" ص ۳

(ص ۱۵) ان کو یہ بھی شکایت ہے کہ امام رازی اور موجودہ مفسرین کلمۃ اللہ سے مراد خدا کا حکم لیتے ہیں" (ص ۱۵)۔

روح۔ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"مسلمان برادران "ابن اللہ" پر کیوں اعتراض کرتے ہیں درحالیکہ وہ خود اسے "روح اللہ" کہتے ہیں اور روح اللہ ابن اللہ سے کم نہیں" ص۲۴
روح اللہ سے جو مسیح کی الوہیت کا نتیجہ نکلتا ہے اس سے انکار کرنے کی غرض سے بعض مسلمان مصنفین بہت ہی عجیب اور ہیچ لوچ دلائل پیش کرتے ہیں" ص۲۵

"خدا کی روح ضرور خدا کی طرح ازلی ہے" ص۲۵۔

گویا کہ قرآن مجید سے انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن مجید نے مسیح کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ کہہ کر تثلیث کی تعلیم دی ہے (حالانکہ قرآن مجید میں کہیں بھی مسیح کے متعلق نہ کلمۃ اللہ آیا ہے نہ روح اللہ) اور ساتھ ہی پادری صاحب نے یہ بھی اقرار کیا ہے کہ قرآن مجید نے تثلیث کی تردید کی ہے لکھتے ہیں کہ:۔

"حضرت محمد صاحب نے جس بات کی بڑے زور سے تردید کی، وہ شرک یا خداؤں کی کثرت کی تعلیم تھی چنانچہ سورۃ نساء کی ایک سو انہترویں آیت میں مرقوم ہے"

لَا تَقُولُوا ثَلٰثَةٌ ۚ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۚ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۴/۱۷۱

"مت کہو تین خدا ہیں، اس سے باز رہو، یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا، خدا صرف ایک ہی ہے" "سورۃ مائدہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد صاحب تثلیث کی تعلیم کو مطلق نہ سمجھ سکے چنانچہ ایک سو سولہویں آیت میں مرقوم ہے يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ "اے عیسٰی بن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا کہ خدا کے سوا مجھ کو اور میری ماں کو دو خدا مانو"

اب اس کے سوا ہمارے پاس کیا جواب ہو سکتا ہے کہ اچھا پادری صاحب بقول آپ کے تثلیث کی تعلیم کو آنحضرت صلعم نہ سمجھ سکے بلکہ کوئی مسلمان نہ سمجھ سکا تو اب آپ ہی کرم فرما کر ہمیں سمجھا دیجئے تو آپ جواب دیتے ہیں کہ ہمیں بعینی:۔

فصل دوم) مدعی کو اپنے دعوے کا علم نہیں ہے

"ہم یہ دعوے نہیں کرتے کہ ہم مسیح کی الوہیت کا مسئلہ پورے طور پر سمجھتے ہیں کیونکہ اس سے اسرار تثلیث کا تعلق ہے ..... بیشک تثلیث کا مسئلہ نہایت مشکل اور ستر مکتوم ہے لیکن اگر عقل سے بالا ہو اور عقل میں نہ آسکے تو بھی خلاف عقل تو نہیں ہے"۔

لیجئے جب مدعی ہی اپنے دعوی کو بیان ہی نہیں کر سکتا وہ خود ہی نہیں سمجھتا کہ میرا دعوے کیا ہے تو وہ دوسرے کو کیا سمجھائے گا وہ خود ہی اقرار کرتا ہے کہ میرا دعوی عقل سے بھی بالا ہے، وہ عقل میں آ ہی نہیں سکتا تو پھر اگر یہ دعوی یا یہ مسئلہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہ سمجھ سکیں تو آپ کے اقرار کے مطابق اس کا سبب یہی ہو سکتا ہے کہ یہ دعوی یا مسئلہ ہی بالکل فضول لایعنی مہمل لچر، بیہودہ اور جہالت کا مسئلہ ہے، جو کہ بت پرست مشرکین کے دیوتاؤں کی رسوم سے لیا گیا ہے (مفصل دیکھو باب چہارم کتاب ہذا)۔

پھر آپ نے حنہ۲ پر قرآن مجید کی یہ بھی آیت لکھ دی جو اس طرح شروع ہوتی ہے کہ:۔

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط وَ أُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ط كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ (مائدہ ع ۱۰) مریم کا بیٹا مسیح فقط ایک پیغمبر تھا (جیساکہ) اس سے پہلے کئی پیغمبر گذر چکے ہیں اور اس کی ماں مریم

بڑی ایمان دار تھی کہ دونوں کھانا کھاتے تھے (اور کھانے کی احتیاج کی محتاجیاں ظاہر ہی ہیں) پھر آپ نے بھی اقرار کیا ہے کہ:-

"یسوع (عیسےٰ) ناصری دیگر آدمیوں کی طرح کھاتا پیتا اور غمگین اور تھکا ماندہ ہوتا تھا' کیونکہ انسانی حیثیت میں سوائے گناہ کے اور جو جو خواہشیں ہم میں ہیں' اس میں بھی تھیں"

اب آپ جب سب کچھ آپ ہی مان رہے ہیں' اور دراصل مسئلہ تثلیث نہ خود سمجھ سکتے ہیں نہ سمجھا سکتے ہیں پھر سمجھ میں نہیں آتا' کہ آپ کہنا کیا چاہتے ہیں' شاید آپ کا یہ مطلب ہو کہ "مسیح جسم سے نہیں بلکہ روح سے پیدا ہوا تھا" تو یہ بھی کوئی خصوصیت نہیں' آپ لوگوں کا عقیدہ ہی ہے کہ:-

"ایماندار نہ جسم سے بلکہ روح سے تولد ہوتا ہے" متی ۱۲/۵۰ تفسیر متی کلارک ص

حالانکہ یہ بھی صرف کہنے کی بات ہے' اگر جسم کا مسیح سے کوئی تعلق نہیں تھا تو پھر تھکا ماندہ کون ہوتا تھا' اور صلیب پر کس کو چڑھایا گیا تھا۔

دراصل بات یہ ہے کہ ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کیلئے انسان کو بیسیوں جھوٹ بولنے پڑتے ہیں اور جھوٹ پھر بھی سچ نہیں ہوتا دیہ بھی خوب کہا کہ) "سوائے گناہ کے اور خواہشیں جو ہم میں ہیں مسیح میں بھی تھیں"

ساری دنیا کے گناہوں کا گٹھڑ باندھ کر اپنے سر پر اٹھانے والے کو آپ بے گناہ کہہ رہے ہیں' حالانکہ جب ایک آدمی نے مسیح کو نیک کہا' تو اس نے جواب دیا کہ "تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے' نیک تو کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا" (متی ب ۱۹ : ۱۷)۔

کتنی صفائی سے مسیح نے نہ صرف اپنے نیک نہ ہونے کا اقرار کیا ہے بلکہ تثلیث کا بھانڈا بھی چوراہے میں پھوڑ دیا۔

بعض پادری فرضاً مثلث کا جیومیٹریکل نقشہ کھینچکر یہ مضحکہ انگیز ثبوت دیتے ہیں کہ دیکھئے یہ تینوں کا مجموعہ ایک ہے' لہذا تین میں ایک اور ایک میں تین ثابت ہوئے' ہم کہتے ہیں اگر مثلث کی بجائے مربع بنا کر یہ غلط دعویٰ کریں کہ توحید تربیع میں ہے اور تربیع توحید میں تو پھر آپ کیا کہیں گے؟۔

(فصل سوم) خدا کے بے شمار کلمات

حضرت مسیح کے متعلق کلمۃ اللہ کا لفظ تو قرآن مجید میں کہیں بھی نہیں ہے آپ نے خود جو آیت صہ ۱۵ پر نقل کی ہے' اس میں دیگر آیات کی طرح مفہوم نکلتا ہے' لفظ کلمۃ اللہ نہیں ہے کہ :-

اِنَّمَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ ۴/۱۶۹ (حقیقت تو اتنی ہے کہ مریم کا بیٹا عیسےٰ مسیح اللہ کا (ایک) رسول ہے اور اس کا کلمہ جو اس نے مریم کی طرف کہلا بھیجا تھا' اور ایک روح تھی جو خدا کے حکم سے (دنیا میں آئی تھی)۔

دوسری آیت صہ ۱۷ پر درج کی ہے' اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۳/۴۵ یعنی جبرائیل نے کہا' اے مریم' اللہ تجھے اپنے (کلموں میں سے) ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے اس کا نام عیسیٰ مسیح بن مریم ہوگا۔

یعنی صاف ارشاد ہے' کہ مسیح خدا کے کلموں میں سے ایک کلمہ تھا' جو ملائک کے ذریعہ حضرت مریم کی طرف بھیجا گیا تھا' تو صریحاً ثابت ہوگیا کہ مسیح کے سوا بھی اللہ تعالےٰ کے کلمے ہیں' اس کا ذکر سورۃ کہف میں ہے

جس کی ابتدا بھی تثلیث کی تردید سے ہوتی ہے، اور آخر میں بھی تثلیث کا رد ہے، اول رکوع میں فرمایا۔

وَّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ (۱۵/۱)

یعنی انہیں ڈرائے جو کہتے ہیں اللہ نے بیٹا بنا لیا، انہیں اس کے متعلق کچھ علم نہیں، اور نہ ان کے بڑوں کو تھا، بڑا برا کلمہ ہے جو انکے مونہوں سے نکلا۔

اور چونکہ عیسائی لوگ کلمہ کو قدیم کہہ کر خدا کا جزو بنانے لگتے ہیں اس لئے اسی سورۃ کے آخری رکوع میں فرمایا۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (کہہ دو اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے سیاہی بن جاویں، تو سمندر ختم ہو جائے گا قبل اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں، گو ہم ایسا ہی (سمندر) اور اس کی مدد کو لائیں) سورۃ آل عمران ع ۵ میں ہے کہ جب مریم نے لڑکے کی بشارت پر تعجب فرمایا کہ بغیر خاوند کے بیٹا کیسا؟ تو (قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ)

فرمایا اسی طرح ہوگا، اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جب کسی امر کا فیصلہ کر دیتا ہے، تو اسے کہتا ہے، ہو، پس وہ ہو جاتا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جملہ مخلوقات اس کے کلمہ (کن) سے ہی پیدا ہوئی ہے اور حضرت مسیح کو جو کلمہ کہا ہے تو یہ بھی یہود کے بہتان کی تردید تھی، کہ جس طرح تمام مخلوقات اس کے کلمہ کن سے پیدا ہوتی ہے، اسی طرح مسیح بھی ہوئے اور خدا کے کلمات سورج، چاند، کہکشاں، کروڑوں اربوں ستارے اور زمین

پھر اس کے پہاڑ، سمندر، جنگلات، پھر ان کے اندر حیوانات، جمادات، نباتات یہ بھی اللہ تعالٰی کے کلمات ہی ہیں، اگر یہ سب کلمات قدیم ہیں تو یہ آریوں کا مذہب ہے کہ خدا، روح اور مادہ قدیم ہے، تم نے مادہ کی بجائے مسیح کو لے لیا، فرق کیا رہا؟

دیگر مشرکین یونانیوں کا بیکس دیوتا بھی خدا کا بیٹا اور اس کا اوتار تھا فارسیوں کا متھرا، بابلیوں کا بعل، ہندوؤں کا کرشن اور رام چندر یہ سب خدا کے اوتار مانے جاتے تھے، آپ نے اپنے اوتار کا نام مسیح رکھ دیا آخر یہ شرک و بت پرستی نہیں تو اور کیا ہے؟

(فصل چہارم) رُوح

جیسا کہ اوپر باب چہارم میں عرض کیا گیا ہے، جو بت پرستی ایران و عرب بالخصوص روم و یونان میں چلی آتی تھی، موجودہ عیسائیت اور اس بُت پرستی میں صرف نام کا فرق ہے، ویسے عقائد وہی مشرکانہ ہیں جو قدیم دیوتاؤں کی طرف ان کے پرستار منسوب کیا کرتے تھے، بالخصوص یونانی فلاسفہ روح کو قدیم مانتے تھے، اسلئے پادری گولڈ سیک صاحب کا خیال ہے کہ یونانیوں اور عیسائیوں کی طرح مسلمان بھی اس جہالت کے شاہکار ہیں اور روح کو قدیم مانتے ہیں، حالانکہ مسلمان پانچوں نمازوں میں یہ تسبیح پڑھتے ہیں کہ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوحِ (مسلم) یعنی بہت پاک ہے، نہایت پاک ہے پالنے والا ہمارا اور ملائکہ کا اور روح کا، اور ظاہر ہے کہ پرورش مخلوق ہی کی خدا کرتا ہے، نہ کہ وہ خود ہی پرورش کا محتاج ہے قرآن مجید میں ہے یُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلٰى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ (۲۰/۱۵)

"یعنی اپنے بندوں میں سے جس پر بھی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی روح ڈالتا ہے"
تو یقیناً اب تک ہزارہا انبیاء و اولیاء پر اللہ تعالیٰ اپنی روح ڈال چکا ہے، تو اس میں مسیح علیہ السلام کی تخصیص کیا رہ گئی ۔

(فصل پنجم) سب انسانوں میں خدا کی روح بروئے قرآن مجید

(باقی رہ گیا آپ کا "روح منہ") تو اس کے متعلق بھی قرآن مجید کا ارشاد سنئے' اللہ تعالیٰ (۳۲/۹) میں جملہ انسانوں کی پیدائش کے متعلق فرماتا ہے کہ انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا' پھر اس کی نسل ایک نچوڑ سے ٹھہرائی جو کمزور پانی میں رآجاتا ہے) ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ "پھر اُسے ٹھیک بنایا اور اپنی روح اس میں پھونک دی"

علیٰ ہذا قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق کئی جگہ آیا ہے کہ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ "ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی ۳۸/۴۲ - ۱۵/۲۹ - ۳۲/۹" پھر اس میں مسیح کی تخصیص کیا رہ گئی ۔

(فصل ششم) یہودیوں کے بہتان پر مسیح کی پوزیشن صاف کی گئی ہے

پادری صاحب کہتے ہیں کہ قرآن میں حضرت آدمؑ کے متعلق روح اللہ نہیں آیا۔ میں پوچھتا ہوں حضرت مسیح کے متعلق قرآن مجید میں کہاں روح اللہ یا کلمۃ اللہ آیا ہے' بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کا خود اقرار ہے کہ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ (۱۹/۳۰) میں اللہ کا بندہ ہوں ۔

ہاں اگر مسلمان حضرت مسیح علیہ السلام کو روح اللہ کہتے ہوں تو محسن کش بداخلاق علیسائیو، جانتے ہو کیوں؟ اسلئے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے باپ نہ ہونے کی وجہ سے یہودی حضرت مریم علیہ السلام پر بہتان (نعوذ باللہ من ذٰلک) زناہ کا لگا کر حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق وہ بدترین الفاظ کہتے تھے اور اب بھی کہتے ہیں، جو کہ ایک بن باپ کے متعلق کہے جاتے ہیں، تو روح اللہ اور کلمۃ کہہ کر مسلمان حضرت مسیح علیہ السلام کی پوزیشن صاف کرتے ہیں کہ بن باپ ہونے کے باوجود بھی وہ عام انسانوں کی طرح اللہ تعالےٰ کے کلمہ اور خدا کی روح سے ہی پیدا ہوئے ہیں، اور اسی واسطے قرآن مجید کو حضرت مریم کے متعلق الفاظ (اِصطَفٰکِ وَطَھَّرَکِ) لکھنے کی جائز ضرورت پڑی یعنی باپ ہونے کے باوجود بھی جس طرح جملہ انسانوں کی پیدائش محض اس کے حکم و قدرت کا نمونہ ہے، باپ نہ ہونے پر بھی اُسی حکم و قدرت کا وہ نمود کر سکتا ہے، کہئے مسٹر پادری یہ مسیح کی اور ان کی ماں کی پوزیشن صاف کر کے ان کی پیدائش کو عوام کی پیدائش کی مثل خدا کے حکم و قدرت کے ماتحت بنایا جا رہا ہے، یا ان کو یا ان کی ماں کو جملہ انبیاء پر فضیلت دی جا رہی ہے، احسان فراموشی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے، جو تمہاری صفائی پیش کرنے میں چند اچھے کلمات کہہ دیتا ہے بجائے اس کا شکریہ ادا کرنے کے اُلٹا اسی پر اپنی شیخی بگھارنے لگے، اپنے محسن سے ایسی طوطا چشمی کہاں تک زیبا ہے۔

فصل ہفتم، روح القدس صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر

پھر یہ روح القدس جس کی بار بار آپ لوگ صرف حضرت مسیح پر نزول کی

رٹ لگاتے ہیں، یہ تو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ایک ادنیٰ صحابی حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی نازل ہوا جب وہ مشرکین کے ہجو کا جواب دینے کے لئے مسلمانوں کی طرف سے کھڑے ہوئے تو حضور صلعم نے فرمایا تھا (اَللّٰھُمَّ اَیِّدْ حَسَّانَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ) اے اللہ تو حسان کی تائید روح القدس سے فرما (صحیح بخاری)

دوسری حدیث میں ہے اُھْجُھُمْ اَوْھَاجِھِمْ وَجِبْرِیْلُ مَعَکَ ان کی ہجو کا جواب دے، جبریل تیرے ساتھ ہے۔

جب ایک صحابی کے ساتھ بھی روح القدس کی تائید ہو سکتی ہے، تو اس میں مسیح کی تخصیص کیا ہوئی!۔

(فصل ہفتم) بائیبل میں خدا کی رُوح

پادری گولڈ سیک صاحب نے اگر اپنی ہی کتب مقدسہ کو دیکھا ہوتا تو انہیں علم ہوتا کہ ان کی اپنی کتابوں میں بھی روح القدس یا خدا کی روح کو وہ اہمیت نہیں ہے جس سے وہ خدا کا جزو یا خود خدا بن جاتی ہو (گنتی ۱۱ باب میں ہے) ۔۔۔ "تو (اے موسےٰ) میں اتر ونگا اور تیرے ساتھ وہاں باتیں کرونگا، اور میں اپنی روح میں سے جو تجھ میں ہے کچھ لے لونگا، اور ان (ستر اشخاص) میں ڈالوں گا کہ وہ تیرے ساتھ قوم کا بوجھ اُٹھائیں (۲۵) تب خداوند بدلی میں ہو کے اترا اور اس سے بولا، اور اس روح میں سے جو اس میں تھی کچھ لے کے ان ستر بزرگ شخصوں کو دی، چنانچہ جب روح نے قرار پکڑا تو وہ نبوت کرنے لگے اور بعد اس کے پھر نہ کی۔"

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ میں جو خدا کی روح تھی، خدا نے اس کا بھی آگے بٹوارہ اس طرح کیا کہ اس میں سے کچھ لے کے اس کچھ کو ستر پر تقسیم کر دیا تو یہ تثلیث بھی قائم نہ رہی بلکہ مع موسیٰ و خدا کے ۷۲ اجزار ہو گئے۔

فصل نہم، سب انسانوں میں خدا کی روح بموجب بائبل

اور سنئے یوایل ب ۲۸ میں کہ:

"اور اس کے بعد ایسا ہو گا، کہ میں اپنی روح سب انسانوں پر ڈالوں گا اور تمہارے بیٹے بیٹیاں نبوت کریں گے" (علیٰ ہذا خروج ۳۱/۲ میں ہے)

"اور دیکھو میں نے اس (بنطلی ایل بن اوری) کو حکمت اور فہم اور علم اور ہر طرح ہنرمندی میں روح اللہ سے بھر دیا"

اسی طرح (متی ب ۱۰ میں ہے)، کہ حضرت مریم روح القدس سے حاملہ ہوئی (لوقا ۱/۳۵ میں ہے) کہ روح القدس نازل ہو گی تو خدا کا بیٹا پیدا ہو گا (یوحنا ۱۱/۱۳ میں ہے کہ مسیح روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دیگا متی ۳/۱۶ میں یہی روح بپتسمہ دیتے وقت کبوتر کی شکل میں نازل ہوئی اور ۴/۱ میں یسوع کو بیابان کی طرف لے گئی ۱۰/۲۰ میں یسوع نے شاگردوں کو کہا کہ روح القدس تمہارے کلام میں تمہارا ہادی ہو گا لوقا ۱/۱۵ میں یوحنا اصطباغی کے متعلق لکھا ہے، کہ (مسیح کی طرح) وہ بھی ماں کے پیٹ ہی سے روح القدس سے بھر جائے گا' لوقا ۱/۴۱ میں ہے کہ الیشبع روح القدس سے بھر گئی' بزرگ شمعون پر روح القدس تھا' لوقا ۲/۲۵ اور خود یسوع نے کہا کہ خداوند کی روح مجھ پر ہے' لوقا ۴/۱۸ مسیح نے ستر آدمیوں کو تبلیغ پر بھیجا' سب کے ماتحت روحیں تھیں جن

کے ذریعہ دیو بھی ان کے ماتحت ہو گئے تھے، اور وہ بیماروں کو شفا دیتے تھے (لوقا ۹:۱-۲)۔

اب آپ قرآن مجید اور بائبل کے جملہ حوالجات سامنے رکھئے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ روح منہ، روح القدس، روح خداوندی سے کہیں ملائک مراد ہیں، کہیں خدا کا حکم اور کہیں تائید ایزدی مراد ہے، ان میں کوئی بھی مراد لے لو، کسی طرح بھی مسیح کو دیگر انبیاء پر فضیلت نہیں ہو سکتی، اور بائبل کی رُو سے تو مسیح کو اس امر میں عوام اشخاص سے بھی کوئی فضیلت نہیں ہے،

(فصل دہم) خدا کا اکلوتا بیٹا

یوحنا نے مسیح کے بغیر باپ ہونے کا ذکر نہیں کیا ہے لیکن یہودی یونانی روایات کے مطابق جس طرح وہ اپنے انبیاؤں اور دیوتاؤں کو خدا کا اکلوتا بیٹا کہتے تھے، یوحنا کی انجیل لکھنے والے نے بھی مسیح کو خدا کا اکلوتا بیٹا لکھ دیا (یوحنا ۱:۱۸) حالانکہ عیسائیوں کی مسلمہ کتاب توریت میں اس سے پہلے خدا کے ہاں دو پہلوٹھے ہو چکے ہیں، اول موسےٰ علیہ السلام کو خدا کہتا ہے "تو فرعون کو یوں کہیو کہ خداوند نے یوں فرمایا ہے کہ اسرائیل (یعقوب) میرا بیٹا بلکہ میرا پہلوٹھا ہے۔ خروج ب ۴:۲۲" یرمیاہ نبی ۶۰۶ قبل مسیح سے منتشر بھگوڑوں اور قیدی یہودیوں کی واپسی کی پیشین گوئی اس طرح کرتا ہے "کہ خدا کہتا ہے کہ میں پانیوں کی نہروں کے کنارے پر ایک برابر راہ سے جس میں وہ ٹھوکر نہ کھائیں گے انہیں لے چلوں گا کیونکہ میں ... اسرائیل کا باپ ہوں اور افرائیم میرا پہلوٹھا ہے۔" (یرمیاہ ب ۳۱:۹)

تعجب ہے کہ جبکہ اس سے پہلے دو پہلوٹھے خدا کے ہاں پیدا ہو چکے

ہیں مسیح اکلوتا کس طرح ہوگا! اور نیک انسانوں پر خدا کے بیٹے کا لفظ بائیبل میں سینکڑوں بار آیا ہے، تو اس میں مسیح کی خصوصیات کیا رہی؟ ہوسیع نبی کی کتاب ب ۱/۱۰ میں ہے — "تو بھی بنی اسرائیل شمار میں دریا کی ریت کے دانوں کی مانند ہونگے جو ماپے نہیں جاتے اور گنے نہیں جاتے، اور ایسا واقع ہوگا کہ اس جگہ جہاں انہیں کہا گیا ہے کہ تم میرے لوگ نہیں، اس کے عوض میں ان سے کہا جائیگا کہ تم زندہ خدا کے فرزند ہو"

پیدائش ب ۶- ۲/۴ میں ہے۔

"جب روئے زمین پر آدمی بہت ہونے لگے اور ان سے بیٹیاں پیدا ہوئیں، تو خدا کے بیٹوں نے آدمیوں کی بیٹیوں کو دیکھا کہ وہ خوبصورت ہیں" — متی ب ۵: ۹ میں ہے۔

"مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائیں گے" متی ۵/۴۵ میں ہے۔

"اپنے ستانے والوں کے لئے دعا مانگو تاکہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے بیٹے ٹھہرو" اور دیکھو لوقا ۳/۳۸، ۶/۳۵، ۲۰/۳۶ یوحنا ۱/۱۲-۱۳ و ۱۰/۳۵-۳۶ اعمال ۱۷/۲۸-۲۹ وغیرہ۔

مسیح کا خدا کا بیٹا ہونے سے انکار

حالانکہ مسیح اس کے بالکل برخلاف تھا کہ اس کو اس خیال سے خدا کا بیٹا کہا جائے کہ وہ خدا بنا دیا جائے، چنانچہ برنباس رسول جو پولوس رسول کے ساتھ تبلیغ کرتا رہا ہے (گلتیون ب ۲: ۱)

وہ اپنی انجیل برنباس کے ص ۲۹ پر لکھتا ہے۔

"یسوع نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے منہ پر مارا پھر زمین پر سر دے پٹکا

اور کہا ہر وہ شخص ملعون ہے جو کہ میرے اقوال میں اس بات کو درج کرے کہ میں اللہ کا بیٹا ہوں"

شاید آپ انجیل برنباس کو تسلیم نہ کریں تو مسیح نے خود بھی یہی اقرار کیا ہے کہ میں اپنے کو خدا کا بیٹا مجازی طور پر کہتا ہوں نہ کہ حقیقت کے رنگ میں، کیونکہ یہودیوں نے جب مسیح کو پتھر مارنے کے لئے اٹھائے... تاکہ پتھراؤ کریں تو — "یسوع نے انہیں جواب دیا کہ میں نے اپنے باپ کے بہت سے اچھے کام تمہیں دکھائے ہیں ان میں سے کس کام کیلئے تم مجھے پتھراؤ کرتے ہو، یہودیوں نے اسے جواب دیا اور کہا ہم تجھے اچھے کام کیلئے نہیں بلکہ اسلئے تجھے پتھراؤ کرتے ہیں کہ تو کفر کہتا ہے اور انسان ہو کے اپنے تئیں خدا بناتا ہے، یسوع نے انہیں جواب دیا کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا کہ "میں نے کہا تم خداؔ ہو" جبکہ اس نے انہیں جن کے پاس خدا کا کلام آیا خدا کہا اور ممکن نہیں کہ کتاب باطل ہو، تم اُسے جسے خدا نے مخصوص کیا اور جہان میں بھیجا کہتے ہو کہ تو کفر بکتا ہے کہ میں نے کہا میں خدا کا بیٹا ہوں"۔ یوحنا ۱۰/۳۲-۳۶

حضرت مسیح علیہ السلام نے یہود کو صحیح جواب دیا ہے کہ جب زبور میں مومنین کو خدا تعالٰے کے فرزند ہونے کے ساتھ خدا بھی استعارہ کے رنگ میں کہدیا گیا ہے اور وہ کفر نہیں ہے تو میں نے تو اپنے کو استعارہ کے طور پر صرف یہی کہا ہے کہ میں خدا کا بیٹا ہوں۔

اور ظاہر ہے کہ اس طرح تو بائیبل میں بیسیوں بلکہ سینکڑوں جگہ کروڑوں

سلہ زبور ۸۲/۶ میں ہے۔ "میں نے تو کہا کہ تم الٰہ ہو اور تم سب حق تعالےٰ کے فرزند ہو" اسی طرف مسیح کا اشارہ ہے۔

مومنین بلکہ دنیا بھر کے انسانوں کو بھی کہا گیا ہے جیسا کہ اوپر حوالجات دیئے گئے ہیں اس طرح یسوع نعوذ باللہ من ذالک خدا کا اکلوتا یا حقیقی بیٹا کس طرح ہو سکتا ہے۔

ان تمام حوالجات سے یہ ثابت ہو گیا کہ مسیح نہ مریم کا اکلوتا بیٹا تھا نہ خدا کا اور جہاں اس نے اپنے تئیں خدا کا بیٹا اور خدا کو اپنا باپ کہا ہے اس سے وہی مراد ہے جو تمام یہودی اپنے بزرگوں کے متعلق مراد لیتے تھے کہ وہ خدا کے برگزیدہ اور پیارے ہیں۔

باب ہشتم

کفارہ اور شفاعت

(فصل اول) غمگین اور بیقرار خدا کو موت سے بچانے کیلئے گنہگارو دعا کرو۔

کفارہ کا مسئلہ بھی بڑا عجیب و غریب ہے کہ الوہیت اوپر سے اسلئے آئی تھی کہ سب کے گناہوں کا بوجھ الوہیت اٹھائے گی اور بیٹے کی انسانیت سولی پر چڑھ کر کفارہ بن جائے گی لیکن جب سولی بیٹے کے سامنے آئی تو لگا منتیں کرنے۔

"غمگین اور بیقرار ہونے لگا اتنا کہ مرنے کی نوبت پہنچ گئی منہ کے بل گر کر یوں دعا کی کہ اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے پھر شاگردو جاگو اور دعا کرو روح تو مستعد ہے مگر جسم

کمزور ہے" پھر دوبارہ گیا اور دعا کی پھر سہ بارہ گیا اور دعا کی۔
ملخصاً از متی ۳۶ ب ۳۸-۴۴۔

حالانکہ تمام موجودات پر اس کا حکم چلتا ہے، اسلئے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہے وہ ہمہ دان اور قادر ہے (تفسیر متی پادری کلارک زیر آیت ۲۱/۲)

پھر لطف یہ ہے کہ کفارہ سے پہلے سب شاگرد پیدائشی گناہگار تھے اور مسیح خود خدا تھا، تو خدا اپنے مصائب کو دور کرانے کے لئے گنہگاروں کے سامنے دعا کی التجا کرتا ہے، اب اس اُلٹی منطق کا حل کوئی عیسائی ہی کر سکتا ہے، کہ یہ دعا کرنے والے کون ہیں کس کے لئے کی جائے اور کس کے آگے کی جائے۔

پھر یہ بھی خوب ہے کہ مسیح نے سب گناہوں کو اپنے اوپر لیا، الوہیت کے اعتبار سے اور صلیب پر چڑھائی گئی، انسانیت جب انسانیت نے گناہوں کو اٹھایا ہی نہیں، تو اس کی موت کفارہ کس طرح بن گئی، اس پر تو مار دوں گھٹنا پھوٹوں آنکھ کی مثل صادق آتی ہے۔

فصل دوم) کفارہ کی دوسری گتھیاں

پادری صاحب نے ص ۳۲ پر تسلیم کیا ہے، کہ شفاعت کنندہ بے گناہ ہونا چاہئے، مگر یسوع تو کروڑوں انسانوں کے گناہوں کا مجموعہ تھا، جونہی اس نے گناہوں کا گٹھڑ اٹھایا وہ قربانی کے لائق بھی نہ رہا کیونکہ قربانی بے عیب نر کی ہونی چاہئے (احبار ۱/۳) پھر یسوع کو خود اقرار ہے کہ میں نیک نہیں تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا (مرقس ۱۰/۱۸ لوقا ۱۸/۱۸ متی ۱۹/۱۷) اور جو عورت سے پیدا ہوا ہے کیونکر نیک ٹھہرے (ایوب ۲۵/۴)

تو یہ مجمع الذنوب یسوع نہ شفاعت کے لائق رہا نہ قربانی (کفارہ)، کے پادری حضرات لکھتے ہیں:۔

"گنہگاروں کی امید کا لنگر صرف مسیح ہی ہے، یعنی وہی زندہ شفاعت کنندہ ہے جو ہم کو ہماری اس بے کسی اور لاچاری کی حالت میں مدد دے سکتا ہے، اے عزیز برادرانِ اسلام! آپ کیوں ایک مُردہ شخص پر بھروسہ کئے بیٹھے ہیں، اور کیوں بے فائدہ یہ خیال کرتے ہیں کہ قیامت کے دن وہ شفاعت کرے گا" ص۳۱

مجھے سخت تعجب ہو رہا ہے، آخر تمہارے کسی مسئلہ بلکہ کسی مسئلہ کے کسی جزو کے قریب بھی عقل کی رسائی ہو سکتی ہے، کہ نہیں، اگر اب بھی مسیح کی شفاعت کی ضرورت ہے، جو کہ آپ نے (رومیوں ۸/۳۴) سے ثابت کیا ہے تو پھر یہ کفارہ کا بکھیڑا کھڑا کیوں کیا، یسوع جس طرح بعد کو خدا کے دائیں ہاتھ جا بیٹھا سولی چڑھے، اور لعنتی بننے کے بغیر ہی جا بیٹھتا اور سفارشیں کرتا رہتا، اگر سب کچھ ہونے کے بعد پھر بھی عیسائیوں کو شفاعت کی ضرورت ہے، تو سب کیا دھرا اکارت ہی گیا، پھر پولس کہتا ہے، پس شریعت مسیح تک پہنچانے کو ہمارا استاد ٹھہرے تاکہ ہم ایمان سے راستباز گنے جائیں (گلتیون ۳/۲۴) جب شریعت ایمان کا باعث ہو تو شریعت کے حکم سے زانی کو سنگسار کی سزا دی جائے گی اور قتل کا بدلہ قتل ہوگا، سوال یہ ہے کہ ایک راہب اپنی پوری زندگی گناہوں سے نفرت اور خدا کی عبادت میں گذار دیتا ہے، دوسرے زانی کا ایک ہی بار زنا کرنے سے پتہ چل جاتا ہے اور شریعت اس کو سنگسار کرا دیتی ہے، تیسرا زانی خفیہ طور پر سینکڑوں بار زنا کرتا ہے، توبہ کفارہ اور شفاعت تینوں کے لئے مساوی ہوگی یا تیسرے

زانی کو کچھ سزا ملے گی؟ اگر ملے گی تو کفارہ اور شفاعت دونوں فضول ہو گئے نہ ملے گی تو عدل فضول ہو گیا، پھر متی ۵/۱۷ تا ۱۹ مرقس ۴/۹ تا ۱۲ لوقا ۶/۸ تا ۱۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ نجات کے لئے اعمال کا ہونا ضروری ہے تو پھر مسیح کے لعنتی ہونے اور صلیب پر چڑھنے کا کیا فائدہ ہوا اور یعقوب ۲/۱۴ میں بالکل صاف لکھا ہے کہ:۔

"اے میرے بھائیو اگر کوئی کہے کہ میں ایمان دار ہوں اور عمل نہ کرتا ہو تو کیا فائدہ کیا ایسا ایمان اسے بچا سکتا ہے"

اور یعقوب ۲/۲۰-۲۴ میں ہے کہ:۔

"پر اے واہی آدمی کب تجھ کو معلوم ہو گا کہ ایمان بے اعمال مردہ ہے، کیا ہمارا باپ ابراہام راست باز نہیں ٹھہرایا گیا جس وقت اس نے اپنے بیٹے اضحاق کو قربان گاہ پر چڑھایا تھا؟ تو دیکھتا ہے کہ اعمال نے اس کے ایمان کے ساتھ کام کیا اور اعمال سے ایمان کامل ہوا اور وہ نوشتہ پورا ہوا جو کہتا ہے، ابراہام خدا پر ایمان لایا اور یہ اس کیلئے راست باز گنا گیا اور وہ خلیل اللہ کہلایا پس تم دیکھتے ہو کہ آدمی عمل سے راست باز ٹھہرایا جاتا ہے، صرف ایمان سے نہیں"

کتنا صاف لکھا ہے کہ کفارہ پر ایمان لانا بالکل فائدہ نہ دیگا بلکہ ایمان محض عمل سے ہی کامل ہوتا ہے یہ تو عیسائیت کو نابود کرنے کے لئے پولوس نے محض مکاری سے کام لیا تھا کہ:۔

لہ متعصب عیسائی بجائے حضرت اسمٰعیل کے حضرت اسحاق کی قربانی بیان کرتے ہیں مفصل دیکھو رسالہ ہذا کا باب ۳ فصل ۲ -

"مسیح نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کہ وہ ہمارے بدلے میں لعنت ہوا کیونکہ لکھا ہے جو کوئی کاٹھ (سولی) پر لٹکایا گیا، سو لعنتی ہے۔"

دیکھئے اس کی مکاری کہ مسیح علیہ السلام کو لعنتی بھی بنا دیا اور ڈھونگ رچایا کہ مسیح کا لعنتی ہونا ہمارے تمام گناہوں کا کفارہ ہو گیا اب ہم جو چاہیں بدکاریاں کرتے پھریں ہمیں شریعت پر عمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ہم سیدھے جنت میں جائیں گے کیونکہ کفارہ کو مان کر اب ہم بخشے بخشائے ہیں۔

ہمارے حضور صلعم کو جائز فرمایا اللہ تعالےٰ نے کہ ایمان کے بعد کفر اور نفاق ایسا ظالمانہ اور بدترین فعل ہے کہ ایسے مردودوں کو مرنے کے بعد لَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَھُمْ (پ ۹ ع ۱۳) اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشے گا کہ اس طرح ظالم اور مظلوم کے اندر عدل قائم نہیں رہتا۔

فصل سوم) عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ کی شان الوہیت کو نہیں پہچانا

حقیقت یہ ہے کہ عیسائیوں نے اللہ تعالےٰ کی لاانتہا شان الوہیت کو پہچانا ہی نہیں مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ (پ ۲۹) انہوں نے اللہ کی وہ قدر ہی نہیں کی جس قدر کا وہ مستحق ہے۔

یہ جو ارب کھربوں ستارے ہمیں نظر آتے ہیں، یہ ہماری فضا ہے کیا معلوم ایسی کتنی فضائیں ہوں اور کتنے لاکھوں ستاروں میں اس چھوٹے سے ستارے زمین جیسی مخلوقات آباد ہو تو پھر اتنے لاانتہا احکم الحاکمین کے سامنے اس ساری زمین کی جملہ مخلوقات کی بھی کیا بساط ہے ارشاد ہوا۔

قُل لِلّٰہِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (۳۹/۴۴) کہدو سفارش سب اللہ کے اختیار میں ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اُسی کے لئے ہے مگر عیسائیوں کا خدا کبھی یعقوب سے کشتی کر کے ہار جاتا ہے (پیدائش ۳۲/۲۲-۲۴) کبھی ٹھنڈے وقت باغ کی سیر کرتا ہے (پیدائش ۳/۸) اور ڈرتا ہے کہ آدم حیات کے درخت سے کچھ کھا کر مجھے دق نہ کرے (پیدائش ۳/۲۲)۔

مگر عیسائیت میں تو یسوع خدا ہی تھا یہ ایک الگ بات ہے کہ بیچارے نے بڑی ناک رگڑی کہ کسی طرح یہ پیالہ (موت) ٹل جائے، مگر اللہ عزوجل نے ایک بھی نہ مانی حالانکہ اس کی جان بڑی غمگین تھی (متی ۲۶/۳۶-۴۵)۔

جس کی سفارش اس کی اپنی جان کے واسطے نہ مانی گئی وہ کسی کی سفارش بھلا کیا کرے گا یہودی کاہن فقیہوں اور بزرگوں نے سترہ صحیح طعنہ دیا کہ "اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو صلیب سے اُتر آ"

"یہ اوروں کو بچانے والا اپنے تئیں نہیں بچا سکتا" (متی ۲۷/۳۹-۴۲)

مشرکین یونان و روم کے افسانے تم لوگوں نے اپنے عقائد میں ڈال کر ایسے بدترین شرک و کفر پر اب فخر بھی کرتے ہو جہالت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں شفاعت کا ذکر ہے مگر خدا کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کر سکتا۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (۱۷/۷۹)۔

امید ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود پر کھڑا کرے گا۔

اور بخاری مسلم اور سنن اربعہ کی احادیث صحیح میں مفصل ذکر ہے کہ اللہ تعالٰی کی اجازت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرماویں گے جس سے قابل معافی گنہگاروں کو معافی ہوگی اور دیگر ایمانداروں کی قابل تخفیف سزائیں

تخفیف ہو کر رہائی ہوتی ہے گی، اور یہ تو آپ جانتے ہیں کہ احادیث کی صحت اناجیل سے بدرجہا زیادہ ہے (دیکھو رسالہ ہذا کا باب ۱۰ فصل ۴-۵) اور اناجیل کی جو بدترین حالت ہے اس کا مفصل حال رسالہ ہذا کا باب ۵ دیکھیں۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ہر نبی اللہ تعالےٰ کی اجازت سے اپنی اپنی امت کے ایمان داروں کیلئے شفاعت کریگا، مسلمان سابقہ امم کے ایمان داروں کو مسلمان ہی سمجھتے ہیں، عیسائیت اور یہودیت جیسی تنگدلی اور کم ظرفی نہیں دکھاتے۔

باب نہم

فصل اول انبیا علیہم السّلام پر عیسائیوں کے بہتانات اور مسیح کی فضیلت

عیسائیوں کی اس اوندھی منطق کا کیا کیا جائے کہ وہ جملہ انبیا علیہم السّلام پر حضرت مسیح علیہ السّلام کو فضیلت دینے کے لئے ان پر زانی، فاسق، فاجر، بدمعاش، دغاباز، فریبی، مکار، غرضیکہ ہر قسم کے بدترین بہتان لگانا بھی اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں۔

(۱) "حضرت نوح علیہ السّلام شراب پی کر اپنے کپڑے اتار کر ننگے ہوگئے (پیدائش ب ۹، ۲۰) (۲) حضرت لوط علیہ السّلام نے شراب پی کر اپنی دونوں بیٹیوں سے باری باری زنا کیا، جس کے نتیجہ میں بڑی لڑکی سے موآب پیدا ہوا، جس کی اولاد بنی موآب ہے اور چھوٹی لڑکی سے بن عمّی پیدا ہوا جس کی اولاد بنی عمون ہے۔" (پیدائش ب ۱۹، ۳۰-۳۸)

سلہ حاشیہ ۱۲۱ صفحہ پر پڑھیے۔

(۳) "عمران نے اپنی پھوپھی کو بیوی بنالیا جس سے حضرت موسٰی و ہارون پیدا ہوئے" (خروج ب۶ ۲۰) حالانکہ پھوپھی کے ساتھ نکاح توریت میں حرام لکھا ہے (احبار ب۱۸ ۱۲ - اور ب۲۰ ۱۹) (۴) حضرت یعقوب علیہ السلام اور خدا کی کشتی صبح صادق تک ہوئی خدا نے کہا اب تو جانے دے کہ پو پھٹتی ہے، یعقوب نے کہا جبتک برکت نہ دیگا نہیں جانے دونگا خدا نے اس کا نام پوچھا اس نے کہا یعقوب، خدا نے کہا آئندہ تیرا نام

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۰) مجھے تعجب ہے کہ اپنے جد محترم حضرت ابراہیم کے بھائی اور برگزیدہ نبی حضرت لُوط اور انکی معصوم بیٹیوں پر اتنا ذلیل اور گندہ بہتان یہودیوں نے کیوں لگایا توریت میں جب سکی ٹٹول کی گئی تو معلوم ہوا کہ مصر سے نکلکر یہودیوں نے ہمیشہ ہی بنی موآب اور بنی عمون (جو کہ حضرت لوط علیہ السلام کی اولاد تھے) کے ممالک اور حکومتوں کو ہڑپ کرنے کیلئے ان پر حملے کئے حالانکہ خدا نے بنی لوط پر حملے کرنے سے منع کیا تھا (استثنا ۲) مگر اپنی بہت زیادہ اکثریت کیوجہ سے یہ کام انکو بالکل آسان معلوم ہوتا تھا لیکن بنی لوط نے ہر بار انکو ناکوں چنے چبائے اگرچہ بعض دفعہ وہ مغلوب بھی ہو گئے اور یہودیوں نے انکی بہو بیٹیوں کی عصمت دری بھی کثرت سے کی (پگنتی باب ۲۵) تاہم سلسلہ جاری رہا حتٰی کہ سنہ ۱۳۹۴ قبل مسیح سے سنہ ۱۳۷۶ قبل مسیح ۱۸ سال تک بنی لوط نے یہودیوں پر حکومت کی تھی (قاضیون ۳) سنہ ۱۱۸۳ قبل مسیح میں بن عمون یعنی بنی لوط نے یہودیوں پر فتح پائی اور ۲۲ سال تک یہودیوں کو ذلیل اور حقیر غلام بنائے رکھا۔ (قاضیون ۱۰) پھر اسکے بعد یہودیوں کے بادشاہ افتاح نے سنہ ۱۱۴۳ قبل مسیح اور ساؤل نے سنہ ۱۰۹۵ قبل مسیح بنی لوط پر فتح پاکر قتل عام کیا (قاضیون ۱۱ اسموایل ۱۱) غرضیکہ یہودیوں اور بنی لوط میں صدہا سال سے عداوت چلی آتی تھی کہ دسویں صدی قبل مسیح میں یرجعام بادشاہ یہود نے جب توریت میں تحریف کرائی تو میرا خیال ہے کہ اسوقت جلے دل کے پھپھولے اس طرح پھوٹے گئے جن کو آج عیسائی الہام ربانی سمجھنے میں کچھ بھی شرم محسوس نہیں کرتے مزید دیکھو

رسالہ [illegible] فصل ۳ - (ملخصاً)

اسرائیل ہوگا' (پیدائش ب ۳۲ ۲۴-۳۲)(۵) یعقوب علیہ السلام کے ایک بیٹے روبن نے اپنی سوتیلی ماں سے زنا کیا" (پیدائش ب ۳۵، ۱۲، ۲۹)
(۶) دوسرے بیٹے یہودہ نے اپنی بہو (بیٹے کی بیوی) سے زنا کیا جس سے داؤد سلیمان اور مسیح پیدا ہوئے" (دیکھو کتاب ہذا کا باب سوم فصل ۸، ۹ اور پیدائش ب ۳۸ ۱۲-۲۹) (۷) حضرت داؤد علیہ السلام نے بنت سبع کے ساتھ زنا کیا اور وہ حاملہ ہوگئی تو اس کے خاوند کو مروا دیا" (۲ سموایل ب ۱۱ ۱۰ خدا نے داؤد کو کہا کہ میں اس کا بدلہ تم سے لونگا (۲ سموایل ب ۱۲ ۱۰)
(۸) داؤد کے بیٹے ابی سلوم نے اپنی ماؤں کے ساتھ سب بنی اسرائیل کے سامنے زنا کیا" (۲ سموایل ب ۱۲ ۱۱-۱۲- اور ب ۱۶ ۲۰-۲۲)(۹) ابی سلوم کی بہن کیسا تھا اس کے بھائی یعنی داؤد کے بیٹے امنون نے اپنی بہن تمر کے ساتھ زنا کیا' ابی سلوم نے اس کو قتل کر دیا" (۲ سموایل ب ۱۳)۔
(۱۰) حضرت مسیح علیہ السلام کی تین نانیاں دادیاں کسبی زانی اور بدکار تھیں اور چار نانے دادے بھی بد تھے" (حوالجات اور تفصیل کیلئے دیکھو کتاب ہذا کا باب سوم فصل ۸-۹)۔

عیسائیوں کی مہربانیوں سے ابھی بہت سی گل افشانیاں باقی ہیں مگر انکے خدا کی فضیلت اور شجرہ پاک بیان کرنے کیلئے فی الحال اتنا ہی کافی ہے' سوال یہ ہے کہ اس سے حضرت مسیح علیہ السلام کی فضیلت ثابت ہوتی ہے یا تحقیر آخر اس خرد ماغی پر کہاں تک رویا جائے جو اپنے کو نیک جتلانے کیلئے اپنے باپ دادوں پڑدادوں کو زانی اور بدمعاش بنا ڈالے' اور یہ بھی نہ سمجھ سکے' کہ زانی اور زانیہ کے اتنے طویل سلسلہ میں آنے والے شخص کا اپنا کیر کٹر یا اپنی پوزیشن کیا رہے گی اگر یہی فضل کی وراثت ہے تو دنیا کے تمام چھلے اور

زنا کے اڈے خدا کے فضل سے بھرپور ہونے چاہئیں رد یکھو کتاب ہذا کا باب دوم فصل ۹)۔

پادری گولڈ سیک صاحب نے اس باب میں حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسٰی علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بروئے قرآن مجید گنہگار ثابت کرنے کی فضول اور بیہودہ کوشش کرنے کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کو معصوم ثابت کیا ہے۔

انسان کو گالیاں دینے کی جب بدعادت پڑجاتی ہے تو اپنوں کے بعد وہ بیگانوں کو بھی گالیاں دینے لگتا ہے، اور اس کا نتیجہ بالعموم اچھا نہیں ہوتا جب تم لوگ اپنے باپ دادوں پڑدادوں کو گالیاں دیتے ہو، تو ہم بھی چونکہ انہیں عمو یاں محترم سمجھتے ہیں، رنج تو بہت ہے مگر اُن کی نالائق اولاد کے ساتھ ہر وقت اُلجھنا ہم پسند بھی نہیں کرتے، لیکن اس کا یہ مطلب کہاں سے نکل آیا کہ تم ہمارے دادا اور اپنے تاؤ کو کنیز زادہ اور اُن کے محترم صاحبزادہ اور ہمارے باپ اشرف الانبیأ کو گنہگار بتانے لگو، ہمارے خیال میں بہتر یہی ہے کہ آپ اس قسم کی گالیاں آپ اپنے اندر ہی محدود رکھیں، آپ عادی ہیں، اور ہم ایک سننے کیلئے تیار نہیں، خدا شاہد ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق جب بقول تمہارے بھی کچھ لکھنا پڑتا ہے، تو بھی دل پر بارہ گراں گذرتا ہے، کیونکہ مسلمان دیگر انبیأ کی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی معصوم اور برگزیدہ نبی تسلیم کرتے ہیں اور یہ اُن پر احسان نہیں، بلکہ ہمارا فرض ہے اور ہمیں اس پر فخر بھی ہے کہ ہمارا مسیح عیسائیوں کے مسیح کی طرح ملعون اور بزدل نہیں ہے، بلکہ وہ معصوم نبی اور اولوالعزم پیغمبر ہے۔

فصل دوم، حضرت آدم علیہ السّلام کی بریّت

حضرت آدم علیہ السّلام کے متعلق جو آپ نے الفاظ فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ (۷/۲۲) لکھے ہیں، یہی الفاظ کہہ رہے ہیں کہ شیطان نے ان کے ساتھ دھوکا کیا (۲/۳۶) میں فرمایا (فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ) اور ازل اس قصور کو کہتے ہیں، جو بلاارادہ سرزد ہو (مفردات راغب) اس کی تصریح (۲۰/۱۱۵) میں اس طرح فرمائی ۔

(فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا) (وہ بھول گیا ہم نے اس میں اس کا ارادہ نہیں پایا) مگر مسلمانوں کے انبیاء کا قلب منور لغزش کا معمولی سے معمولی غبار بھی برداشت نہیں کرسکتا، ان کو لغزش کا ذرہ بھی کوہ گراں نظر آتا ہے، اسلئے اگر توبہ استغفار فرمایا تو یہ ان کے اوصاف حمیدہ کا مظہر ہے نہ کہ جرم وگناہ کا، باقی رہا لفظ ظلم، تو ظلم کہتے ہیں ۔

وَضْعُ الشَّیْءِ فِیْ غَیْرِ مَوْضِعِهِ الْمُخْتَصِّ (مفردات راغب)

"یعنے کسی چیز کا اسکے مقام سے جو اسکے لئے خاص ہے، ہٹا کر دوسری جگہ رکھنا" جیسے ظَلَمْتُ الْاَرْضَ کے معنی ہیں، ایسی جگہ سے کھودا جو کھودنے کی جگہ نہ تھی، اور عدل سے مجاوزت کا نام بھی ظلم ہے، خواہ وہ نہائت ہی قلیل بلاارادہ ہو یا بہت زیادہ بالارادہ ہو (راغب)

سورۃ کہف میں انگوروں کے دو باغوں کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ دونوں باغ اپنے پھل دیتے تھے (وَلَمْ تَظْلِمْ مِنْهُ شَیْئًا) اور اس میں کوئی کمی نہ کرتے تھے (۱۸/۳۴) (لسان العرب) اور ظلم کو تین قسم پر منقسم کیا گیا ہے اوّل: بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اور اس میں شرک وکفر اور زنا سب سے بڑھ کر ہے، دوسرا۔ لوگوں پر ظلم، قتل وغارت، تیسرا اپنے نفس پر

ظلم، یعنی حضرت آدم علیہ السلام نے خیال فرمایا کہ یہ لغزش میرے نفس کو کمی کی طرف لے جائے گی، تو استغفار فرمایا۔

(فصل سوم) استغفار کا مفہوم

استغفار کا مادہ غفر ہے، جس کے معنے اِلْبَاسُ مَا یَصُوْنَہٗ عَنِ الدَّنَسِ (راغب) اس کا پہنا دینا جو اُسے میل (یا برائی) سے بچا رکھے اور اسی لئے کہتے ہیں اِغْفِرْ ثَوْبَکَ فِی الْوِعَاءِ یعنی اپنے لباس کو صندوق میں محفوظ رکھ، اور کہا جاتا ہے فَاِنَّہٗ اَغْفَرُ لِلْوَسَخِ کپڑے کو زنگ لو کیونکہ وہ میل سے زیادہ محفوظ رکھنے والا ہے (راغب) اور مِغْفَر، خود کو کہتے ہیں کہ وہ جنگ میں سر کی حفاظت کرتا ہے (لسان العرب) یعنی حضرت آدم علیہ السلام نے آئندہ کے لئے کسی بھول چوک سے بھی لغزش میں نہ آنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی حفاظت چاہی، اور عرض کیا، کہ اگر ایسا نہ ہوگا۔ لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ تو ہم نقصان اُٹھانے والوں میں ہوں گے۔

اب آپ اپنے ہی ترجمہ کی گالیاں دینے والی ذہنیت الگ کر کے اور قرآنی حسن بیانی سامنے رکھ کر مفہوم سمجھیں گے تو حضرت آدم علیہ السلام معمولی لغزش کے سوا بالکل معصوم نظر آئیں گے۔

(فصل چہارم) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بریت

اسی طرح اب حضرت موسیٰ والی آیت ۲۸/۱۶ کا مفہوم سامنے ہے، کہ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَہٗ (یعنی اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، یعنی فرعونیوں کو اپنے اوپر ظلم اور قتل کرنے کا موقع دیکر

اپنی جان کو مشکلات میں ڈالا، پس میری حفاظت فرا، پس اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت فرمائی، حالانکہ اس میں حضرت موسیٰ کی لغزش بھی نہ تھی، قبطی بدمعاش حکمران قوم شراب پی کر یا حکومت کے نشہ میں بیگاری، اسرائیلی کو بلا وجہ بُری طرح مار رہا تھا، تو اگر اسرائیلی (موسیٰ) نے بدلہ میں صرف ایک مکا مار دیا تو اس میں کیا قصور ہوگا، اس کی قضا تو موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں نہ تھی نہ موسیٰ علیہ السلام کا یہ ارادہ تھا، افسوس تو یہ ہے، تم لوگوں کو اپنی کتابوں کا بھی علم نہیں ہے، اعمال ۲۴ میں صاف درج ہے کہ موسیٰ نے ظلم نہیں کیا بلکہ مظلوم اسرائیلی کا بدلہ لیا۔

(فصل پنجم) حضرت داؤد علیہ السلام کی بریت

پادری صاحب حضرت موسیٰ کے بعد پھر اپنے خدا کے جد امجد یعنی حضرت داؤد علیہ السلام پر برسنے لگے جن کے تخت پر اپنے خدا کو بٹھایا ان کو بھی نہ چھوڑا (لوقا ۱/۳۲) اور عبرانیوں ۲/۳ میں ہے، سو اس سبب سے کہ داؤد نبی تھا اور جانتا تھا کہ خدا نے اس سے قسم کھائی ہے کہ:۔

"میں تیری نسل سے مسیح کو جسم کی رُو سے ظاہر کروں گا کہ تیرے تخت پر بیٹھے"

(حالانکہ مسیح کو شاہی تخت کی بجائے تختۂ دار نصیب ہوا) نیز دیکھو رومیوں ۱/۳ ۔ در اصل اسرائیلی ذہنیت ملائے ہوئے پادری صاحب کے ذہن میں بنت سبع پھر رہی ہے، ورنہ بادشاہوں کے بزدل قاتل اسی طرح چوری چھپی دیواریں پھاند کر موقع کی تاک میں رہتے ہی ہیں، لیکن جو ہی پہنچے انہوں نے دیکھا کہ بادشاہ بھی تو غافل نہیں ہیں، حضرت داؤدؑ نے بھی ان کو دیکھ لیا۔

وَظَنَّ دَاوُدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ، داؤد نے سمجھا ہم نے مصائب میں اسے ڈالا ہے

فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ پس اس نے اپنے رب کی حفاظت مانگی اور رکوع کرتا ہوا گر گیا اور اللہ کی طرف متوجہ ہوا فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ (۲۳/۲۵) سو ہم نے اس کی حفاظت کر دی حملہ آوروں نے جو بناوٹی مقدمہ کا بہانا بنایا نبی اللہ سمجھتا تھا مگر درگذر فرمائی اور فیصلہ دیکر رخصت فرمائی۔

باقی رہا اوریا اور بنت سبع والا افسانہ وہ تمہیں ہی مبارک ہو اس کے متعلق ابن کثیر دیکھو اور یاد رکھو کہ خدا کے نبی معصوم ہوتے ہیں بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ (۲۱/۲) بلکہ وہ معزز بندے ہیں وہ بات میں اس سے آگے نہیں بڑھتے اور اس کے حکم کے مطابق وہ عمل کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم کے ذکر میں ہے بل الزامی جواب کے لئے ہے نہ کہ انکار کے لئے دیکھو تفسیر ثنائی ابوالکلام آزاد۔

اور غور کرو ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ (۱۷/۵) یہ جواب سن کر مشرکین اپنے سروں پر اوندھے گر گئے (یعنی لاجواب ہو گئے)

فصل ششم) حضرت اشرف الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بریت

ان حضرات سے فارغ ہو کر پادری صاحب گولڈسیک اشرف الانبیاء صلعم کو گنہگار ثابت کرنے کے لئے تین آیات لکھتے ہیں اوّل وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ۔ اور اپنے قصور کے لئے حفاظت مانگ اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کیلئے۔

پادری صاحب اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہ اے محمدؐ اپنے گناہوں کے لئے مغفرت مانگ اور مومن مردوں کے لئے دعا مغفرت کر۔

استغفار کے معنے اور مفہوم اوپر عرض کئے ہیں آپ کے ترجمہ کے مطابق بھی حضور کو اللہ تعالے حکم فرماتا ہے کہ اپنے لئے خطاؤں یا گناہوں سے بچنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی حفاظت مانگ اور مومن مردوں اور عورتوں کیلئے بھی تو اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم گنہگار کس طرح ثابت ہو گئے، عجیب منطق ہے کہ حکم ہوتا ہے گناہوں سے بچنے کے لئے دعا مانگنے کا اور آپ اس سے ارتکاب گناہ کر رہے ہیں ۔

(فصل ہفتم) قرآن مجید کا اسلوب بیان

قرآن مجید کا یہ اسلوب بیان ہے کہ جو حکم امت کو ہوتا ہے اس میں بھی مخاطب کبھی کبھی حضورؐ کو فرمایا جاتا ہے، حالانکہ ہدایت امت کے لئے ہوتی ہے مثلاً اللہ تعالیٰ سورۂ اخلاص میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ الخ تو کہو کہ اللہ ایک ہے وہ بے نیاز ہے نہ کوئی اس کا بیٹا ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے اور اس کا کوئی ہمسر نہیں ۔

اسی طرح معوذتین میں بھی قُلْ کا لفظ آیا ہے اور یہ تینوں سورتیں قرآن شریف کی آخری سورتیں ہیں، حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ سورۃ اخلاص کے نزول سے پہلے بھی حضور صلعم یقیناً اسی طرح توحید کے قائل تھے، پھر بھی مخاطب تو حضور کو فرمایا ہے اور غرض اس سے امت محمدیہ کو توحید کی تعلیم دینے کی ہے، اور پ۲۸ میں فرمایا یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ یعنے اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کر (اور دیکھو ۳۳/۵۹ ۱۰/۱۲ ۳۰/۵۰ وغیرہ)

پادری صاحب نے دوسرا حوالہ دیا اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ یعنی ہم نے تیرے لئے ایک

کھلی فتح رکی راہ کھول دی ہے" تاکہ اللہ تیرے لئے اس کی حفاظت کرے، جو تیرے (عزعومہ) قصور سے پہلے گزر چکا اور جو پیچھے رہا۔

پادری صاحب دوسری آیت کے یہ معنے کرتے ہیں۔

"تاکہ خدا تیرے اگلے پچھلے گناہ معاف کرے ۔"

(فصل ہشتم) ذنب کی تعریف

مفردات راغب میں ہے۔" وَالذَّنْبُ فِی الْاَصْلِ الْاَخْذُ بِذَنَبِ الشَّیْئِ یعنی ذنب اصل میں کسی چیز کی ذنب یعنی دم یا آخری حصہ پکڑنے کا نام ہے"

وَیُسْتَعْمَلُ فِی کُلِّ فِعْلٍ یُسْتَوْخَمُ عُقْبَاہُ اِعْتِبَارًا بِذَنَبِ الشَّیْئِ اور ذنب ہر ایک اس فعل پر استعمال ہوتا ہے جس کا انجام ناگوار اور گراں ہو۔ گویا وہ بمنزلہ ایک چیز کی دم ہے" پھر لکھتے ہیں ذنب جانور کی دم کو بھی کہتے ہیں اور ذنوب لمبی دم والے گھوڑے کو کہتے ہیں اور استعارۃً نصیب یا حصہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے (یا الزام جو کسی کے پیچھے لگا دیا جائے) جیسا کہ حضرت موسیٰ نے بعثت کے وقت اپنے خطرہ کا اظہار فرمایا تھا:۔

وَلَھُمْ عَلَیَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ (۲۶) فرعونیوں نے مجھ پر ایک الزام لگایا ہوا ہے (کیونکہ مقدمہ اور فیصلہ ہوا ہی نہ تھا) اور مجھے خوف ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے ——— اور ذنوب پانی سے بھرے ڈول کو بھی کہتے ہیں حدیث میں ہے ——— " فَاَمَرَ بِذَنُوْبٍ مِنْ مَاءٍ فَاُھْرِیْقَ عَلَیْہِ یعنی حضور نے پانی کا ایک ڈول لانے کیلئے حکم دیا سو وہ اس پر بہا دیا گیا۔

تفسیر ترجمان القرآن بلطائف البیان میں آیت ۵۹/۵۱ میں ذنوب کا ترجمہ حصہ کے متعلق ایک شعر درج ہے کہ ۔

لِعُمْرِكَ وَالْمَنَايَا طَارِقَاتٌ   لِكُلِّ بَنِي أَبٍ مِنْهَا ذَنُوبٌ

یعنی قسم ہے تیری عمر کی موتیں رات کو آنے والی ہیں، واسطے ہر باپ کے بیٹوں کے ان میں سے ایک حصہ ہے، شاید پادری صاحب یہ جواب دیں کہ زیر بحث آیت کے کسی اُردو ترجمہ میں ذنب کا ترجمہ اردو میں گناہ بھی لکھا ہے تو اردو میں بھی گناہ کا مفہوم وہ نہیں ہے جو عیسائی ذہنیت کفارہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی ذہن میں رکھتی ہے (لغات فیروزی جو ۱۸۹۵ء میں بقول مصنف (دیکھو دیباچہ) کارلیس صاحب اور فیلن صاحب کی ڈکشنریوں کی مدد سے بنائی گئی ہے اس کے ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۰۷ء کے صہ ۹۶۷ پر گناہ کا ترجمہ لکھا ہے، پاپ قصور، جرم، اور قصور کے ذیل میں لکھا ہے، کوتاہی، خطا، جرم صہ ۸۱)، اوپر آیت ۲/۲۱ سے ثابت کیا گیا ہے کہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں، اسلئے ذنب کے ترجمہ گناہ سے قصور یا الزام مراد ہی ہو سکتی ہے اور اس سے یسوع بھی نہیں بچا تھا دیکھو باب ۳ ف ۳ کتاب ہذا۔

(فصل ۴) آیت کا صحیح مفہوم یہ ہے

حالانکہ یہاں مِنْ ذَنْبِكَ کا مطلب یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد جو آپ نے مشرکین کے ساتھ ان کی برائیوں اور بدسلوکیوں کے بدلہ میں احسانات اور نیک سلوک کئے ہیں، ان سے ان تمام الزامات کی تردید ہوتی ہے گی جو یہود و نصاریٰ آپ پر فتح سے پہلے لگاتے رہے، اور جو بعد کو بھی لگا دیں گے (وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا) اور ضرور تم مشرکین، اور یہود و نصاریٰ سے بہت سی دکھ دینے والی باتیں سنو گے، (۳/۱۸۵) چنانچہ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کاہن، شاعر، مجنون،

ساحر وغیرہ الزام ہجرت سے پہلے لگائے اور ہجرت کے بعد قوم میں پھوٹ ڈالنے والا، مکہ کو اجاڑنے رشتے ناطے توڑنے والا، تجارت بند کرنے والا، انتظام کو درہم برہم کرنے والا وغیرہ الزامات لگائے گئے تھے، لیکن صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے بعد جب یہود و نصاریٰ اور مشرکین مکہ نے اپنے تمام مظالم اور جور و ستم کے عوض عنایات و الطافات کی موسلا دھار برسات برستی ہوئی دیکھی تو وہی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرویدہ اور عاشق زار بن رہ گئے، حالانکہ عرب لوگ جتنے باغی اور سرکش صدہا سال سے چلے آتے تھے تواریخ سے اظہر من الشمس ہے، یہ آیت بالکل اسی طرح ہے جس طرح قیامت کے روز اللہ تعالیٰ مشرکین سے پوچھے گا، (اَیْنَ شُرَکَاۤؤُکُمُ الَّذِیْنَ کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (۶/۲۲) وہ تمہارے شریک کہاں ہیں جن کے لئے تم جھوٹے دعوے کرتے تھے۔ اور مراد یہ ہے، کہ جو تم لوگ خدا کے شریک بناتے تھے وہ کہاں ہیں، حالانکہ (۱۴/۲۴) میں ہے، کہ اللہ تعالیٰ پوچھے گا، اَیْنَ شُرَکَاۤئِیْ وہ میرے شریک کہاں ہیں۔

حضرت عیسٰیؑ کے متعلق فرمایا (وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (۳/۵۴)) (کافروں سے تجھ کو پاک کرنے والا ہوں) حالانکہ مسیح پہلے بھی پاک ہی تھے، بالکل اسی طرح اس آیت کا مطلب ہے، کہ اس فتح کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مشرکین اور یہود و نصاریٰ نے آپ پر جو الزامات لگا رکھے ہیں، وہ بھی دور ہو جائیں گے اور جو آئندہ لگائیں گے، وہ بھی دور ہوتے رہیں گے، چنانچہ پادری صاحب دیکھ ہی رہے ہیں کہ پیشین گوئی پوری ہو رہی ہے، اور اب بھی آپ کے الزامات کا دندان شکن جواب دیا جا رہا ہے۔

فصل دہم، اعتراض برائے اعتراض

تیسری آیت پادری صاحب نے لکھدی ہے لیکن اس میں گناہ کونسا ہے اس کا کوئی ذکر نہیں ایسا معلوم ہوتا کہ یہ اعتراض برائے اعتراض ہی ہے آیت یہ ہے۔ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ (۳۳/۳۷) "اے محمدؐ تو اپنے دل میں چھپاتا تھا وہ بات جس کو خدا ظاہر کرنا چاہتا تھا' اور تو لوگوں سے ڈرتا تھا اور اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تو اس سے ڈرے" ـــــ متبنے بیٹا رکھنے یا نہ رکھنے کا کوئی حکم نازل نہ ہوا تھا کہ حضور نے حضرت زیدؓ کو اپنا متبنے بنایا ہوا تھا حضورؐ نے ان کو ایک صحیح مشورہ دیا تھا مگر انہوں نے معذرت ہی کی تو حضورؐ کو یہ خیال ہوا کہ یہ متبنیت کی نسبت جاتی رہے تو بہتر ہے' مگر لوگوں کی چہ میگوئیاں کا خوف تھا جب ایک حکم جاری ہی نہیں ہوا تھا تو اس میں کسی گناہ کا تصور بھی نہیں ہو سکتا اس کے بعد حکم آگیا کہ ۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ (۳۳/۴۰) "محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں"' حکم آنے پر حضور صلی اللہ نے ابنیت کی نسبت کو ترک فرمادیا اور لوگوں کی چہ میگوئیوں کا کوئی خوف نہ فرمایا یہی تعلیم حضورؐ کے ذریعہ امت محمدیہ کو دی گئی کہ لوگوں کی چہ میگوئیوں کے خوف سے اللہ کا خوف زیادہ ہونا چاہیئے' پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ اس میں گناہ کا پہلو پادری صاحب کو کونسا نظر آیا۔

باقی رہ گئی مسیح کی گنہگاری تو جو شخص آپ کے عقیدہ کے مطابق کروڑہا عیسائیوں کے زناہ' قتل' ڈکیتی' بدمعاشی اور صدہا قسم کے گناہوں کو اپنے سر پر لیکر لعنتی ٹھہرا ہو اسکے متعلق کسی قسم کی بحث کرنا محض تضیع اوقات ہی ہے (دیکھو (گلتیوں ۳ باب ۱۳)

باب دہم

معجزات

(فصل اوّل) معجزات مسیح کا نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا

پادری گولڈ سیک نے آٹھویں باب میں مسیح کی معجزانہ فضیلت بیان کی ہے، اور لکھا ہے کہ نبوت کے ثبوت کیلئے معجزات کا دکھانا ضروری ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا" اگر پادری صاحب کا کلیہ صحیح ہوتا تو نتیجہ یہ ہونا چاہئے تھا کہ مسیح کی رحلت کے وقت لاکھوں اشخاص اس پر ایمان لے آتے، اور حضور صلعم پر ایک بھی نہ لاتا، مگر ہم نتیجہ اس کے بالکل برعکس دیکھ رہے ہیں، کہ حضور صلعم کے انتقال پر لاکھوں مسلمان ہوچکے تھے، اور مسیح کی رحلت پر ایک بھی عیسائی نہ تھا، کیونکہ شاگرد بھی انکار کرچکے تھے، بلکہ گرفتار کرانے والا یہوداہ اسکریوطی بھی شاگرد ہی تھا تو عملی طور پر یہ کلیہ ہی غلط ثابت ہوا:۔

پروفیسر ڈاڈز صاحب کی کتاب کا ترجمہ عیسائیوں کے لاٹ پادری طالب الدین صاحب نے "تحقیق بائیبل" کے نام سے ۱۹۱۱ء میں شائع کیا تھا، یہ کتاب پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور سے مل سکتی ہے، اس کے صفحہ ۱۳۴ سے ۱۵۵ تک پروفیسر صاحب نے معجزات پر بحث کی ہے ص ۱۳۵ پر لکھتے ہیں :۔

"اگر اناجیل میں سے اعجازی بیان کو نکال دیں تو مسیحی دین زیادہ ترقی کریگا اور زیادہ مقبول عام ہوگا۔" بہت لوگ جو مسیحی دین کی طرف مائل ہیں وہ معجزوں کو نہیں مانتے ہیں اور نہ ہی اُن کو ضروری سمجھتے ہیں چنانچہ آرنلڈ صاحب کہتے ہیں کہ جس شخص یا کتاب کو میں عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اس میں میری یہ آرزو ہے کہ وہ اعجازی بیان سے معرا اور مستغنی ہو" اور شہرۂ آفاق جرمن عالم ہارنگ صاحب مسیحی دین کی حقیقت بیان کرتے ہوئے معجزوں کو بالکل بالائے طاق رکھتا ہے ..... ڈاکٹر رشدل صاحب جیسے موحد ایماندار پادری کے خیال میں بھی نہ کوئی مذہبی عقیدہ بالعموم یا دیگر مذہبی مسئلہ ایسے خلاف فطرت واقعات پر موقوف ہو سکتا ہے جو کسی گذشتہ زمانہ میں واقع ہوئے تھے"..... اناجیل کے معجزے ہمارے خداوند کی زندگی کی سادگی اور خوبصورتی پر داغ لگاتے ہیں، اور کبھی ان کا کچھ مقصد ہو تو ہو، یہ بھی مشکوک ہی ہے، مگر آجکل تو جتنا ان کا کم ذکر کیا جاوے اتنا ہی بہتر ہے۔

چنانچہ پادری براؤننگ صاحب معجزات کو ان خشک ٹہنیوں سے تشبیہہ دیتا ہے جو کسی پھول کے ننھے پودے کے گرد حفاظت کے لئے لگائی جاتی ہے، تاکہ چرند پرند اسے نہ کھا جائے لیکن جب پودا بڑا ہو گیا اور اس جھاڑی سے بھی مضبوط اور بلند ہو گیا تو ان لکڑیوں کو کوڑے کرکٹ میں ڈال دیتے ہیں (دیکھو صفحہ ۱۳۶-۱۳۷)۔

فصل دوم، حضور صلعم سے کفار عرب عذاب طلب کرتے تھے

جن آیات سے آپ نے حضور صلعم کی طرف سے معجزات دکھانے سے انکار

ثابت کیا ہے، اگر دیانتداری سے کام لیتے تو سیاق سباق آیات سے معجزات سے نہیں بلکہ عذاب لانے سے احتراز مستنبط ہوتا ہے، ذیل میں آپ کی تینوں آیات مع ترجمہ درج ہیں:۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ ۱۳ "کافر کہتے ہیں کہ خدا کی طرف سے کوئی نشان اس کے پاس کیوں نہیں بھیجا گیا" تو تو محض ایک واعظ ہے، حالانکہ اس سے ملحقہ چھیویں آیت میں ہی اس نشان کا ذکر ہے کہ:۔

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلَاتُ وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِلنَّاسِ عَلَى ظُلْمِهِمْ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ ۱۳

"اور بھلائی سے پہلے تجھ سے (عذاب کیلئے) جلدی کر رہے ہیں اور ان سے پہلے عبرتناک مثالیں گذر چکی ہیں، اور یقیناً تیرا رب باوجود ان کے ظلم کے معاف کرتا رہتا ہے اور یقیناً تیرا رب بدی کی سزا دینے میں سخت بھی ہے۔"

کتنا صاف ارشاد ہے کہ ان سے پہلے (ان کے ہمسائیوں عاد و ثمود) کی مثالیں سامنے ہیں، انہوں نے عذاب مانگا اور حضرات ہود اور صالح علیہم السلام نے ان کے مطالبہ کو رد کرنے کی بجائے ہم سے مطالبہ عذاب کا کیا تو نتیجہ کیا نکلا؟ وہ نیست و نابود ہی ہو گئے تو تم بھلائی سے پہلے عذاب کیوں مانگتے ہو، تم نے تو دنیا کی راہبری اور بادشاہت کرنی ہے۔

مُنذر کے معنی ڈرانے والا کی بجائے واعظ کرنا آپ کی شقاوت قلبی کا مظہر ہے جس طرح مسلمانوں کا ترقی پسند عیاش طبقہ علمائے کرام کو ملا کہدیتا ہے اور اپنے ہم خیال کم علموں کو علامہ کہتے ہیں حالانکہ منذر کے معنے انذار کرنے والا ہے اور انذار ایسے ڈرانے والے کو کہتے ہیں جو کسی خطرہ سے آگاہ کرتا ہے۔

آپ کی پیش کردہ دوسری آیت ۷/۵۹ کے اندر ہی ثَمُوْدُ النَّاقَةَ کی مثال بھی ہے، آپ نے آدھی آیت درج کی آدھی چھوڑ دی ثمودیوں نے بھی حضرت صالح علیہم السلام سے کہا تھا کہ یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ کُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ کہنے لگے اے صالح اگر تو پیغمبر ہے تو وہ عذاب، ہم پر لے آ جس کا ڈرا وا دکھاتا تھا (۷/۷۷) فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ (۷/۷۸) پھر زلزلہ نے آ دبایا صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے (منہ) پڑے تھے ــــ آپ کی پیش کردہ تیسری آیت ۲۹/۵۰ کے ساتھ ہی آیات ۵۳-۵۴ میں دوبارہ واضح الفاظ میں فرما دیا ہے کہ یَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ کہ وہ تجھ سے عذاب کے لئے جلدی کر رہے ہیں" اور سورۃ انفال ۸/۳۲-۳۳ میں انکے عذاب کی نوعیت اور عذاب نہ ہونے کی وجوہات بھی فرما دیں کہ:-

وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ ... یَسْتَغْفِرُوْنَ یعنی جب انہوں نے کہا اے اللہ اگر یہی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر دردناک عذاب بھیج اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان کو عذاب دیتا حالانکہ تو ان میں تھا اور آپ اور مسلمان (ان کیلئے) استغفار کرتے ہیں:-

صحیح حدیث میں ہے کہ حضور صلعم کفار کیلئے نرمی برتنے کو اللہ تعالےٰ سے بار بار دعا کیا کرتے تھے، اور سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۱۰ میں جو آسمان پر جا کر کتاب لانے خدا اور فرشتوں کو مجسم دکھانے زلزلہ (پہاڑ پھٹنے) وغیرہ نشانات طلب کیلئے ان کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل صحیح ارشاد فرمایا کہ یہ کام خدائے برتر ہی کر سکتا ہے، میرا دعویٰ خدائی نہیں ہے بلکہ میں تو بشر اور رسول ہوں، ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائیوں کا خدا یسوع مسیح مع اپنے شاگردوں کے بھوک کے مارے نڈھال ہو رہا ہے خدا انجیر کے درخت کے

پاس جاتا کہ کچھ پھل کھا کر پیٹ کی آگ کو بجھائیں، خدا کو یہ بھی علم نہ تھا کہ یہ موسم انجیر کا نہیں ہے جب درخت کے پاس پہنچے تو پھل کہاں ایک دانہ بھی نہ تھا۔ (متی ۲۱-۹) یہی وقت تھا کہ خدائی دکھاتے، مسیحائی ہی دکھاتے، انجیر کو حکم دیتے تو بے موسم ہی پھل سے بھر جاتا، مگر کچھ بھی نہ بن سکا، لاچار مع شاگردوں کے بھوکے واپس لوٹے، ممکن ہے اس نقلی خدا نے زور بھی لگایا ہو مگر حقیقی خدائے بزرگ و برتر کی وہ ارفع شان ہے، کہ ایسے کروڑوں نقلی خدا اس کے سامنے کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتے

(فصل سوم) حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے معجزات بے سود ثابت ہوئے

انبیاء علیہم السّلام میں سب سے زیادہ بلکہ حضرت مسیح سے بھی زیادہ معجزات حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو ملے انہوں نے بار بار فرعونیوں کی تباہی و بربادی کے لئے اللہ تعالیٰ سے مطالبہ فرمایا، ان معجزات کا ذکر قرآن مجید ۲۷/۱۴ اور ۱۳۳-۱۳۰/۹ میں بھی آیا ہے اور بائیبل میں بھی ان کا مفصل ذکر ہے، توریت کی کتاب خروج کے ابواب ۹-۱۰-۱۱ دیکھئے کہ حضرت موسیٰ باری باری اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھاتے ہیں اور ان کیلئے عذاب کے طالب ہوتے ہیں، اور باری باری اُن پر پھوڑوں کی وبا، پلوٹھوں کی موت، آتشین اولے، ٹڈی، مچھر، جوئیں، خون اور مینڈکوں کا عذاب ہوتا ہے، اور ہر بار وہ یہی وعدہ کرتے ہیں کہ اب کے اس عذاب کو ہٹا لے ہم تیرا حکم مان لیں گے، مگر جونہی عذاب ٹلا فوراً انکار کر دیا، قرآن مجید میں ہے کہ بالآخر انہوں نے یہ جواب دیا کہ قَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا

فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ٥ (۷/۱۳۲) "کہنے لگے، تو کوئی سی نشانی ہمارے سامنے لاکر ہم پر جادو چلائے، تو بھی ہم ایمان لانے والے نہیں۔"

پادری گولڈ ٹیک صاحب کہیئے یہی معجزات ہیں جن کو آپ نبوت کے لئے ضروری سمجھتے ہیں کیا نتیجہ نکلا ان آیات، نشانات یا معجزات کا کہ اسرائیلیوں کو حضرت موسےٰ پر ایمان لانا تھا، وہ بغیر معجزات کے ہی ایمان لے آئے انہی اسرائیلیوں نے حضرت عیسےٰ پر ایمان لانا تھا، دکھاتے پھرو معجزہ پر معجزہ بجائے ایمان لانے کے معجزہ کار کو ہی سولی پر چڑھادیا اسی طرح فرعونیوں نے حضرت موسیٰ پر ایمان نہیں لانا تھا، انہی سب معجزات میں جادوگری کا کرشمہ نظر آیا، ایک فرعونی بھی ایمان نہ لایا، ساری قوم غرق و تباہ ہوگئی، ایسے معجزات کا نتیجہ کیا نکلا، اگر موسیٰ بار بار عذاب کے لئے آسمان کی طرف ہاتھ نہ اٹھاتے، اور یہ قوم بچ رہتی تو جس طرح حضور صلعم کے اختراز اور استغفار پہ بالآخر کفار عرب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بقبول آپ کے بغیر کسی معجزہ کے ہی ایمان لاکر مشرق مغرب کے مالک اور راہنما بن گئے، فرعونیوں کے پاس تو حکومت تھی قوت تھی، مال و زر تھا، وہ کیا کچھ نہ کر سکتے تھے، مندرجہ بالا حوالجات سے بہ دلائل محکم یہ ثابت ہوگیا ہے، کہ کفار نشانات عذاب کے طلب گار تھے، اور بقولہ تعالےٰ :۔

يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ (۱۳/۶) (وہ بھلائی سے پہلے برائی میں جلدی کرتے تھے) اور چونکہ اللہ تعالیٰ کو ان کی بھلائی ہی منظور تھی کہ خلافت الٰہیہ ان کے سپرد کی جانی ہے، اسلئے ان پر عذاب نازل نہ ہوا۔

فصل چہارم، احادیث پر اعتراض اور اس کا جواب

پادری گولڈسیک صاحب مصر ہیں کہ:-

"بے شک احادیث میں تو بہت سے معجزے مندرج ہیں لیکن یہ حدیثیں محمد صاحب کی موت سے بہت عرصہ بعد کی لکھی ہوئی ہیں"

واہ جی، پادری صاحب کس منہ سے یہ الزام احادیث پر لگا رہے ہیں، ذرا کتاب ہذا کے باب ۵ پر ایک نظر ڈالو کہ مسیحی علماء کی متفقہ رائے ہے کہ مروجہ اناجیل چوتھی صدی کی پیداوار ہیں جن کے اصل مصنفین کا کوئی پتہ نہیں، یہی مقدس علماء کس طرح تسلیم کر رہے ہیں کہ ان میں بھی بار بار ترمیم ہوتی رہی، بلکہ اس ۱۹۶۱ء تک ہی یہی سلسلہ چلا آرہا ہے، اس سال بھی علانیہ ترمیم ہوئی اور ایک ہزار پر مشتمل آیات نکال دی گئیں، یہ بار بار کی بناوٹی کتب تو الہی ہو گئیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر جو جرح تعدیل کی باریک چھلنی میں چھان کر تسلسلی اور نام بنام سند کے ساتھ حضور صلعم سے روایت کی گئی ہیں، یہ قابل اعتماد نہ رہیں، اور بہت بعد کی ہو گئیں، آپ نے اپنی تصنیف "احادیث اہل اسلام" کے صفحہ ۲۷۰، ۲۷۱ پر تسلیم کیا ہے کہ۔ بخاری نے ۶ لاکھ ۶۰۰۰۰۰ سے ۷۲۷۵

مسلم نے ۳ لاکھ ۳۰۰۰۰۰ سے ۴۰۰۰

ابوداؤد نے ۵ لاکھ ۵۰۰۰۰۰ سے ۴۸۰۰

یعنی جملہ ۱۴ لاکھ ۱۴۰۰۰۰۰ سے ۱۶۰۷۵

۱۴ لاکھ احادیث سے سولہ ہزار پچھتر پاس کیں، گویا کہ یہاں تک تحقیقات کی گئی اور قوانین جرح تعدیل کو اتنا سخت رکھا گیا کہ سو میں سے ۱ کا درجہ

صحیح نکلا' باقی ۸۰ کتاب سے خارج کر دی گئیں' اناجیل کی طرح نہیں کیا گیا کہ آٹھ ستر اناجیل اونچی مچان پر رکھ کر ستون کو ہلایا' جو نیچے گر پڑیں وہ جعلی اور جو چار مروجہ موجودہ اوپر رہ گئیں وہ اصلی رہ گئیں' حالانکہ اگر یہی چار ڈھیر کے اوپر ہوتیں تو ظاہر ہے کہ پہلے ہی گرتیں جب ڈھیر کے نیچے پڑی تھیں تو یہ کیسے گر سکتی تھیں (مفصل دیکھو باب ۵ کتاب ہذا)

(فصل پنجم) احادیث کے متعلق محدثین کی مساعی

مسلمانوں نے صحیح حدیث کو الگ کرنے کیلئے جرح تعدیل یعنی ضعیف اور موضوعات وغیرہ پر متعدد ضخیم کتابیں لکھی ہیں جن کی تعداد منکرین حدیث کے امام اسلم صاحب جیراجپوری نے اپنے مضمون مطبوعہ رسالہ طلوع اسلام ماہ نومبر ۱۹۴۹ء میں ۱۳ عدد لکھی ہے' وہ ساتھ ہی کتابوں اور مصنفین کے نام اور زمانہ تصنیف بھی لکھا ہوا ہے' ان میں ابن جوزی کی کتاب چار جلدوں میں ہے' ابھی انہوں نے ابن ابی حاتم کی ۷ جلدوں اور ابن عدی کی (موسومہ کامل) کی ۱۲ جلدوں کا ذکر نہیں کیا ہے' اس کا مختصر ذکر اپنی کتاب "احادیث اہل اسلام" کے صفحہ ۱۸ میں آپ نے بھی کیا ہے' تو جہاں تک تنقید کا معیار اس حد تک پہنچ چکا ہو وہاں پھر بھی صحیح احادیث پر شبہ کرنا سوائے جہالت کے اور کیا ہو سکتا ہے' دھوبی کی ناند میں سفید چادر سے جتنی میل نکلے گی' اتنی ہی چادر کی صفائی پر دال ہوگی' جب دھوبی نے دھلی ہوئی چادر کو بالکل میل کو دیکھنا جہالت نہیں تو اور کیا ہے' امام زہری (پیدائش ۵۰ھ وفات ۱۲۴ھ) نے ہر مہاجر اور انصار کے گھر گھر جا کر احادیث جمع کیں (تہذیب ترجمہ زہری) حالانکہ اس وقت ۱۲ ہزار اصحاب صرف مدینہ میں ہی موجود تھے' خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے حکم پر انہوں نے احادیث کا مجموعہ لکھ کر انکو روانہ

کیا (تدریب ص۴۵) انہی امام زہری کے شاگرد امام مالک (پیدائش ۹۵ھ) تھے، جن کی مؤطا جیسی احادیث کی ضخیم کتاب آج بھی موجود ہے۔

حضرت ابو ہریرہ صحابی جو تمام صحابہ میں سب سے زیادہ حافظ الحدیث تھے ان کے شاگرد ہمام بن منبہ تابعی نے ان کی روایات کا کچھ مجموعہ تیار کیا تھا جس کا نام الصحیفۃ الصحیحہ تھا، اور صحیفہ ہمام بھی اس کو کہا جاتا ہے، اس صحیفہ کا کچھ حصہ آج بھی مسند احمدؒ جلد دوم صفحہ ۳۱۳ سے ۳۱۸ تک درج ہے اور اب تو ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے ۱۳۵۳ھ میں برلن اور دمشق سے اس کے دو قلمی نسخے بھی ڈھونڈ نکالے ہیں جو کہ حیدر آباد دکن میں ۶۲ صفحات پر شائع ہو چکے ہیں، اور یہ رسالہ حبیب اینڈ کو اسٹیشن روڈ گنل منڈی حیدر آباد دکن سے مل سکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ نے ۵۹ھ میں وفات پائی ہے، ظاہر ہے کہ یہ صحیفہ نصف صدی اول کا ہے، اور بہتان یہ لگایا جاتا ہے کہ تیسری صدی سے قبل احادیث کا کوئی مجموعہ نہ تھا[۱]۔

پادری صاحب نے اپنی تصانیف احادیث اہل اسلام میں بار بار اسی اعتراض پر زور دیا ہے، کہ احادیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت بعد کی تصانیف ہیں اور اس اعتراض کے وقعت اب جو باقی رہ جاتی ہے وہ آپ کے سامنے ہے، پادری گولڈسیک نے جن مستشرقین کے حوالجات سے اپنی کتاب "احادیث اہل اسلام" لکھی ہے، اس میں بالکل وہی اعتراضات ہیں

---

[۱] مسٹر پرویز نے رسالہ طلوع اسلام بابت ماہ نومبر ۵۳ء میں اس بہتان کا یہ لاجواب جواب دیا ہے کہ یہ احادیث تو تھوڑی ہیں باقی کہاں سے آگئیں تو مسٹر! آپ پہلے موطا اور صحیفہ یا صرف صحیفہ کی احادیث پر عمل کرنا سیکھیں باقی صحیح احادیث بھی آپکو خود بخود حضور صلعم کے زمانہ کی نظر آنے لگیں گی (ابو المحمود سہسوانی)

جو مسٹر پرویز کیا کرتے ہیں، صاف ثابت ہوتا ہے، کہ مسٹر بالکل مستشرقین کی زبان سے بولتے ہیں، اور آپ کی تصانیف درحقیقت مستشرقین کا سرقہ ہوتا ہے، قرآن مجید پر حملوں کو غلافی کر لیا جاتا ہے، اور احادیث پر علانیہ حملے ہوتے ہیں، غرضیکہ پادری صاحب کسی جہت سے دیکھیں پرکھیں، احادیث کی صحت اناجیل سے بدرجہا زیادہ ہے، اگر اناجیل میں مندرجہ معجزات قابل قبول ہو سکتے ہیں، تو احادیث میں متذکرہ معجزات یقیناً قابل اعتماد ہونے چاہئیں، احادیث پر اعتراضات کے متعلق اگر آپ مزید اطمینان کرنا چاہیں تو منکرین حدیث کے جوابات میں صحیح مقام حدیث۔ خالص اسلام۔ تاریخ تدوین حدیث۔ کتابت حدیث۔ ایک اسلام۔ بینات۔ وغیرہ اہل اسلام نے متعدد کتابیں لکھی ہوئی ہیں جو کہ لاہور سے مل سکتی ہیں، آپ خرید کر اپنا اطمینان کر سکتے ہیں، یہ تو کوئی ضروری نہیں کہ ہر معترض کے لئے ایک نئی کتاب لکھی جائے، مندرجہ بالا تصانیف ایسی لاجواب ہیں، کہ کسی ایک کا جواب آج تک کسی منکر حدیث سے نہ ہو سکا، مگر اپنی بڑ کو بڑبڑانے اور اپنی ٹر کو ہانکنے سے باز نہیں آتے۔

فصل ششم، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مفید معجزات قرآن میں

تعجب ہے کہ پادری صاحب کو قرآن مجید میں معجزات کا ذکر نہیں ملا حالانکہ شق القمر کا ذکر قرآن مجید میں بالصراحت موجود ہے کہ :۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ه اَنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَ يَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ $\frac{۵۴}{۵۰۱}$ (یعنی وعدے کی، گھڑی قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا، اور اگر کوئی نشان دیکھیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں، طاقتور جادو ہے)۔ ضعیف احادیث کے اختلافی بیانات کو چھوڑ کر صحاح ستہ کی صحیح

احادیث میں متفقہ طور پر ان آیات کے ماتحت معجزہ شق القمر بیان ہوا۔
بلکہ یہ بھی مذکور ہے کہ کفار مکہ نے اس خیال سے کہ ہم پر جادو نہ کیا ہو بیرونجات سے آنے والے لوگوں سے بھی دریافت کیا کہ کیا تم نے فلاں تاریخ کو چاند پھٹا ہوا دیکھا تو انہوں نے تسلیم کیا کہ ہاں دیکھا گیا۔ اور جس طرح ایرانیوں اور رومیوں کے لئے نشان سورج تھا۔ اہل مکہ کا نشان چاند تھا۔ اور چاند کا پھٹنا گویا یہ پیشگوئی تھی کہ ان کی شکست کی ساعت قریب آگئی ہے چنانچہ اس سورت کی آیات ۴۵-۴۶ میں صاف ارشاد ہے کہ اَمْ يَقُولُونَ الخ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ کیا کہتے ہیں کہ ہم ایک جمعیت ہیں جو ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہیں (یہ) جمعیت شکست کھاوے گی۔ اور پیٹھ پھیر دیں گے۔

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ۔ بلکہ موعود گھڑی کا وقت مقرر ہے اور وہ گھڑی بہت مصیبت والی اور بہت تلخ ہے۔
بخاری میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ بدر کے دن حضور اکرمؐ زرہ پہنے ہوئے خیمہ سے باہر نکلے تو یہی آیات حضورؐ کی زبان پر تھیں سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ الخ وَاَمَرُّ (یہ) جمعیت شکست کھاوے گی اور پیٹھ پھیر دیں گے۔ بلکہ (موعود) گھڑی کا وقت مقرر ہے۔ اور وہ گھڑی بہت مصیبت والی اور تلخ ہے ۔۔۔ عکرمہ کی روایت میں ہے کہ جب یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کونسی جماعت شکست کھا کر مغلوب ہوگی۔ لیکن جب خیمہ سے باہر نکلتے ہوئے یہ آیت حضورؐ کی زبان سے سُنی۔ تب ان کو معلوم ہوا کہ ساعت اور شکست خوردہ کا مطلب بدر کے دن کفار کی شکست سے ہے۔ اور یہی نتیجہ نکلا کہ بہت سے مقتولوں کو چھوڑ کر کفار کو بھاگنا پڑا۔ اگر کسی مفسر نے یہ لکھ دیا ہو کہ یہ قیامت کا ذکر ہے تو قیامت کو تو سورج چاند ستارے سبھی نابود ہو جاوینگے چاند کی تخصیص کہاں رہ

جاتی ہے۔

(فصل ہفتم)

چوبیس ہزار کے لشکر کو معجزانہ شکست

یہ ۵ھ کا واقعہ ہے کہ کفارِ مکہ اور یہود کا چوبیس ہزار کا لشکر (فتح الباری) مدینہ پر حملہ آور ہوا جنگ کو نامناسب جان کر حضورؐ نے شہر سے باہر خندق کھودنے کا حکم دیا، چوبیس روز میں مفلوک الحال اور فاقہ کش مسلمانوں نے لشکر کے پہنچنے سے پیشتر یہ خندق کھود لی مگر شہر کے اندر منافقین یہود نے حملہ آوروں سے ساز باز کر رکھی تھی، اسلئے اندرونی اور بیرونی دونوں خطرات سر پر سوار تھے، مسلمان خندق کھودتے ہوئے بھی بھوک سے نڈھال ہو رہے تھے، کہ حملہ آوروں نے باہر سے رسد پہنچنے کے بھی تمام راستے مسدود کر دیئے کئی روز تک طرفین سے تیر اندازی ہوتی رہی، مگر مسلمانوں نے نہ اندرونی سازشوں کی پرواہ کی نہ چوبیس ہزار تیر اندازوں کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ سے دعا کی، پھر کیا ہوا قرآن مجید کی زبانی سنئے۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا۔ ۲۳/۹

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے اوپر اللہ کے احسان کو یاد کرو، جب تم پر (کفار اور یہود کے) لشکروں نے حملہ کیا، سو ہم نے ان پر آندھی (کے طوفان کو) اور ملائکہ کے ایسے لشکروں کو بھیجا جنہیں تم دیکھتے نہ تھے"۔

جاڑے کا موسم سرد آندھی کے طوفان سے کفار کے خیمے اکھڑ گئے، کنکروں اور ریت کے تھپیڑ مونہوں پر پڑتے تھے، ہانڈیاں الٹ گئیں اور آگ بجھ گئی وغیرہ، غرضیکہ کفار کا لشکر اس قدر مرعوب ہوا کہ راتوں رات بھاگ کھڑا ہوا حالانکہ ان کے سامنے ہی مسلمان بھی مدینہ سے باہر مقابلہ پر ڈٹے تھے مگر ان پر طوفان کا کچھ اثر نہ

تھا۔ مگر چونکہ اختصار کرنا ہے، اسلئے قرآن شریف سے دیگر معجزات کے ثبوت کے لئے دیکھو ڈپٹی نذیر احمد صاحب کی حمائل شریف فہرست ص ۵۳ اور چونکہ پیشگوئیوں کے پورے ہونے کو بھی مسلمان اور عیسائی معجزہ ہی سمجھتے ہیں اسلئے قرآن مجید کی وہ پیشگوئیاں جواب تک مکمل طور پر پوری ہو چکی ہیں، ان ۲۳ پیشگوئیوں کی فہرست ڈپٹی صاحب نے ص ۱۹ پر دی ہے، یہ حمائل شریف لاہور سے خرید لیں یا منگوا لیں یا قاضی محمد سلیمان صاحب کی "رحمۃ للعالمین" دیکھیں، جہاں قرآن و احادیث کی پوری ہوئی ہوئیں بیسیوں پیشگوئیاں بالتفصیل تکمیل آپ کو ملیں گی، اب آپ حضورؐ کے مذکورہ بالا صرف دو معجزات کا حضرت موسیٰ و مسیح علیہ السلام کے جملہ معجزات سے مقابلہ کیجئے کہ وہ جملہ معجزات بالکل بے سود بلکہ نقصان دہ ثابت ہوئے اور ان دو معجزات کے بعد صدیوں کے بت پرست تمام کے تمام ہی دنیا کے ہادی و راہنما بن گئے۔

باب یازدہم

فصل اوّل، قرآن کا اعجاز اور تحفظ

پادری گولڈ سیک صاحب نے رسالہ "اسلام میں مسیح" کے علاوہ "اسلام میں قرآن" اور "احادیث اہل اسلام" وغیرہ اور کتابیں بھی اسلام کے خلاف لکھی ہیں، کتاب مؤخر صرف تحفظ قرآن کے خلاف ہے اور اول الذکر کے صفحہ ۴۲ تا ۴۵ پر بھی تحفظ قرآن اور اعجازِ فصاحت قرآن کے متعلق بحث کی ہے، میں نے جواب دیتے ہوئے دونوں رسالوں کو سامنے رکھا گیا ہے۔

پادری صاحب کا قرآنی اعجاز سے انکار میری سمجھ میں نہیں آیا انہیں پہلے معجزہ کی تعریف کرنی چاہیئے تھی پھر انکار کی وجوہات بیان کرنی تھیں میرے خیال میں معجزہ کی تعریف یہ ہے کہ :-

"بوقت ضرورت اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی کے ذریعہ کوئی ایسا نشان دکھا دے جو کوئی دوسرا باوجود کوشش کے بھی نہ دکھا سکے"۔

جیسا کہ حضرت موسیٰ اور ساحران مصر کے متعلق قرآن اور توریت (پیدائش) میں مثال موجود ہے، قرآنی فصاحت و بلاغت کا اعجازی دعویٰ اپنی تحدی کے ساتھ ایسا عظیم الشان دعویٰ ہے، جو گذشتہ ۱۴ سو سال سے اُبتک ہمالیہ کی طرح اپنی جگہ پر کھڑا ہے، لاکھوں نے سر مارا کوششیں کیں مگر بے سود ناکام ثابت ہوئیں، قرآن نے یہ چیلنج ۲/۲۳ - ۱۷/۸۸ - ۵۲/۳۴ وغیرہ میں بار بار دیا ہے۔

اور کفار نے یہ جواب بھی دیا کہ ۔ لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا ۸/۳۱

"اگر ہم چاہیں تو اس کی مثل کہہ لیں"، مگر کچھ بھی نہ ہو سکا بھلا جن دشمنوں نے بار بار مدینہ پر حملہ کر کے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالا انہوں نے تمام عرب کے بڑے بڑے ادیبوں اور عالموں کی کہاں تک منتیں خوشامدیں کر کے زیادہ سے زیادہ لالچ نہ دیا ہو گا، مگر سب بے سود، کسی سے کچھ نہ بن سکا، اور آج تک بھی نہ ہو سکا بھلا اس سے بڑا معجزہ اور کیا ہو سکتا ہے، عرب کے بڑے بڑے عالم اور ادیب مستشرقین اس وقت بھی یورپ اور امریکہ میں موجود ہیں۔

پادری گولڈسیک صاحب اور عیسائیت کے تمام مشن کوشش کر کے دیکھ لیں کہ کس طرح مونہہ کی کھاتے ہیں پھر شیعوں بیچاروں کو کیوں بدنام کرتے

---

۱ معجزہ کے متعلق مفصل بحث خاکسار کی تصنیف "فلسفہ و معجزہ" اسکول بک سٹریو اردو بازار گوجرانوالہ سے منگوا کر دیکھیں۔

ہیں، آپ کی پیش کردہ موضوعہ روایات کو وہ کب تسلیم کرتے ہیں، اور سبھی شیعہ بالاتفاق اس قرآن مجید پر عامل ہیں، اور اسی کو اصلی قرآن تسلیم کرتے ہیں چنانچہ شیعوں کے مجتہد علامہ طبرسی تفسیر مجمع البیان مطبوعہ ایران جلد اول صہ پر فرماتے ہیں :۔

ان القرآن کان علی عهد النبی مجموعاً مؤلفاً ما هو علیه الان...

.... وان جماعته من الصحابة ختم القرآن علیه عدة ختمات یدل علی ان کان مجموعاً مرتباً الخ " یعنی قرآن مجید آج جس ترتیب سے موجود ہے اسی ترتیب سے عہد نبوی میں جمع ہو چکا تھا، اور اسی ترتیب سے صحابہ نے آپ پر بہت سے ختم قرآن سنائے "

پھر یہ بھی آپ خود ہی لکھ رہے ہیں۔

" شیعہ کی حدیث کی یہ پانچ کتابیں صحاح ستہ کے بعد لکھی گئیں "

اسلئے غیر مسلم علما ان کو صحاح ستہ کا درجہ نہیں دیتے (احادیث اہل اسلام صفحہ ۸۰) سُنی شیعہ کی تمام صحیح احادیث اس امر پر متفق ہیں کہ قرآن مجید حضور کی زندگی میں ہی کئی اصحاب کے پاس بالکل مکمل جمع تھا۔

امام بخاری نے اس پر باب باندھا ہے۔

لم یترك النبی الا ما بین الدفتین۔

پھر بالا اسناد صحیحہ روایت لاتے ہیں کہ حضور نے پورا قرآن دو چوبی دفتیوں کے درمیان چھوڑا۔

ماترك النبی الا ما بین الدفتین ۱۰ پ

پھر پارہ ۱۵ مناقب زید بن حضرت انسؓ میں کہتے ہیں کہ عہد نبوی میں چار انصاریوں نے قرآن جمع کیا تھا، حضرات ابی بن کعب معاذ بن جبل،

ابوزید بن ثابت، انس سے پوچھا گیا، ابوزید کون تھے (قال احد عمومتی) وہ میرے چچا ہیں، پارہ ۲۰ باب القرآ میں مزید کہا (ونحن ورثناہ) وہ قرآن مجھے ورثہ میں ملا تھا کتاب المعارف لابن قتیبہ مطبوعہ مصر ص۱۱۱ پر ہے کہ:-

زید بن ثابت نے اپنا قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری زمانہ میں حضورؐ کو سنایا وہ اسی طرح کا قرآن تھا۔

ان کے علاوہ حضرات عبداللہ بن عمرو بن عاص (مسند احمد جلد ۲ ص۱۶۳) حضرات ابوب انصاری۔ ابودرداؓ۔ عبادہ بن صامت (فتح الباری پ۲۰ ص۴۴۳) حضرت ناجیہ طفاوی (اصابہ) حضرت عقبہ (تہذیب التہذیب ج۷) ام المومنین حضرت ام سلمہ (کنز العمال جلد ۱ ص۲۳۷) ام المومنین حضرت حفصہؓ (ایضاً) ام المومنین حضرت عائشہؓ (ایضاً ص۲۳۷) کہاں تک عرض کیا جائے بیسیوں اصحاب کے پاس عہد نبوی میں قرآن مجید موجود تھا، حضرت حفصہ کے متعلق (فتح الباری پ۲۰ ص۴۴۳) میں ہے، زید بن ثابت نے حضرت ابوبکر کے قرآن مجید کے متعلق کہا۔

امرنی ابوبکر فکتبت، مجھے ابوبکر نے حکم دیا پس میں نے لکھ دیا (مشکوٰۃ ص۱۸۵) پر ہے، فکانت الصحف عند ابی بکر حتی توفاہ اللہ ثم عند عمر حیوتہ ثم حفصہ بنت عمر الخ یعنی یہ نسخہ ابوبکر کے پاس ان کے مرنے تک رہا، پھر حضرت عمر کے پاس تا زندگی رہا، پھر ان کی بیٹی (ام المومنین) حضرت حفصہ کے پاس تھا (اسی نسخے سے حضرت عثمان نے نقلیں کرائی تھیں)۔

فصل دوم، حضرت عمرؓ کے عہد میں ایک لاکھ قرآن مجید موجود تھے

طبقات ابن سعد جلد ۳ ص۳۱۳ حنظلہ کہتے ہیں میں طاؤس کے ساتھ

بازار گیا تو دیکھا یَبِیعُونَ الْمُصَاحِفَ (قرآنوں کی خرید و فروخت ہو رہی تھی) حضرت ابن عباس سے پوچھا فرمایا لا بَاس (منتخب کنز جلد ۱ صفحہ ۳۵۲) "اس میں کچھ حرج نہیں"

غرضیکہ عہد فاروقی میں ہی اتنی کثرت ہو چکی تھی کہ شمار ہی مشکل تھا علامہ ابن حزم کتاب الفصل میں لکھتے ہیں؟ مات عمرو ما تدالف مصحف من مصر الی العراق والشام والیمن فی بین ذالک (ملل و نحل صفحہ ۸۰ جلد ۲) مصر سے لے کر عراق و شام و یمن تک اور ان ممالک کے درمیان حضرت عمر کی وفات کے وقت قرآن کے ایک لاکھ نسخے موجود تھے) اپنی تصنیف "اسلام میں قرآن" میں جو صحیح احادیث آپ نے نقل کی ہیں اُن سے بھی صراحتاً یہی نظر آرہا ہے۔

ذیل میں بخوف طوالت آپ ہی کی تلخیص عرض کرتا ہوں۔

"حضرت محمدؐ کی وفات کے بعد کچھ عرصہ تک قرآن اکثر لوگوں کے ذہن و حافظے میں تھا اور اس کی باہم متخالف قرآتیں موجود تھیں، چنانچہ مرقوم ہے کہ علی نے لفظ تابوت کو مدور (ۃ) سے لکھنا چاہا دوسروں نے کشیدہ (ت) سے تابوت پسند کیا.... اس پر عثمان نے حفصہ سے قرآن مجید منگوا بھیجا جس کا ذکر اوپر ہوا ہے تب عثمان نے زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر سعید ابن العاص اور عبد بن الحارث کو نقل کروانے کا حکم دیا اور کہا کہ اگر کہیں تم میں اور زید بن ثابت میں اختلاف ہو تو قریش کی زبان (بولی) کے مطابق لکھو کیونکہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا پس انہوں نے عثمان کے فرمان کے موافق عمل کیا اور جب متعدد نقول تیار ہو گئیں تو

اصل حفصہ کے پاس بھیج دیا اور عثمان نے تمام ممالک اسلامیہ میں ایک ایک نقل بھیج دی اور حکم دیا کہ اس کے سوا دوسری قرائتوں کا قرآن جہاں کہیں پایا جائے جلا دیا جائے۔" (تلخیص ص۱۰-۱۱-۱۳)

اب آپ اپنے ہی حوالجات کو پڑھیں اور بار بار پڑھیں کہ ان میں کسی قسم کے اعتراض کی کوئی گنجائش باقی ہے، کہاں اناجیل جن کی بار بار تحریف ہوتی رہی اور ابھی اسی سال گذشتہ مارچ میں بھی ایک ہزار الفاظ کی آیات بھی نکال دی گئیں (تفصیل کے لئے دیکھو باب ۵ رسالہ ہذا) اور کہاں قرآن مجید جو حضور صلعم کی حیات میں بھی بیسیوں اصحاب کے پاس مکمل موجود تھا، اور ہزارہا اصحاب کو زبانی حفظ تھا۔

باقی رہا قرأت کا اختلاف، سو چونکہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا تھا اسلئے حضرت عثمانؓ نے قریش ہی کی قرأت جائز رکھی اور آئندہ اختلافات بڑھنے کے خوف سے دوسری قرائتوں والے قرآن جلا دیئے، اب قرآن اور اناجیل کا مقابلہ آپ کس عقل و ذہنیت سے کر رہے ہیں، بھلا غور تو کرو۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

جب آپ کو خود اقرار ہے کہ حضور صلعم کی زندگی میں ہی اکثر لوگوں کو زبانی قرآن حفظ تھا، پھر اس کے بعد آج تک ہر زمانہ میں ہزاروں بلکہ لاکھوں حفاظ قرآن چلے آتے ہیں تو قرآن میں کسی قسم کی تبدیلی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اسکے کہ اناجیل میں بدترین تحریف کے مقابلہ اس کو منہ چڑانا کہا جاوے اور کیا کہہ سکتے ہیں ورنہ حقیقت سے تو اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، افسوس سے

کیا زمانہ ہے کہ کانٹوں کو بھی ہے زعمِ بہار
کہ انہیں بھی گلِ خنداں پہ ہنسی آتی ہے

باب دوازدہم

تحریفِ انجیل کے متعلق ایک چھٹی اور اس کا جواب

(فصل اوّل) سائل کی مکمل چھٹی

یہ چھٹی مع جوابات کے اخبار الاعتصام لاہور مورخہ ۱۰-۱۷-۲۴ اگست ۱۹۶۳ء میں شائع ہو چکی ہے چونکہ اس قسم کے مکر و فریب سے عیسائی مشنری بالعموم مسلمانوں کو پھسلاتے رہتے ہیں، اسلئے سوالات مکمل اور جواب کا ضروری حصہ باب ہذا میں درج کیا جاتا ہے، سائل لکھتا ہے:-

بخدمت جناب مولانا صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

عرض یہ ہے کہ جناب کے مضمون اخبار میں دیکھے گئے، معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو عیسائی مذہب کی تردید میں خاص مہارت حاصل ہے، اسی لئے جناب کو تکلیف دی جاتی ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات عطا فرما کر مشکور فرمائیں (۱) انجیل محرف ہے یا غیر محرف؟ اگر محرف ہے تو اس کی دلیل کیا ہے کیونکہ قرآن شریف میں کوئی ایسی آیت نہیں ملی جس میں یہ ہو کہ انجیل بدلی گئی البتہ عیسائیوں کا فعل موجود ہے کہ وہ تحریف کرتے تھے جیسا کہ آج کل علماء سوء قرآن شریف کی آیات پیش کر کے اس سے غلط مقصد دنیا کے سامنے پیش

کرتے ہیں اس سے قرآن پاک پر کوئی الزام نہیں آتا اسی طرح عیسائیوں کا غلط مقصد پیش کرنے سے انجیل کیسے محرّف ہو گئی؟۔

(۲) اگر انجیل محرف تھی تو قرآن نے اس کی تصدیق کیوں کی؟ اور قرآن نے یہ کیوں کہا؟ لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ جبکہ انجیل محرف تھی تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو انجیل کی طرف دعوت نہ دیتا؟۔

(۳) (الف) انجیل قرآن کریم کے نزول کے بعد محرف ہوتی یا پہلے تھی؟

(ب) اگر پہلے محرف تھی تو قرآن کریم نے کیوں تصدیق کی؟ اور اس پر عمل کرنے کی کیوں دعوت دی؟

(ج) اگر بعد میں محرف ہوتی تو اس کا ثبوت کیا ہے؟

(د) پھر کیسے معلوم کریں کہ بعد میں (بعد نزول قرآن) محرف ہوتی کیا معیار ہے

(۴) کوئی پرانا اور غیر محرف نسخہ پاکستان بھر کی کسی لائبریری میں موجود ہے؟ (سائل احقر عبدالحمید جھنگوائی - ڈیرہ غازی خاں)۔

(فصل دوم) صحائف انبیاءؑ کی تصدیق کا مطلب

اصلی انجیل مرقس کی زندگی تک موجود تھی

محترمی! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ! آپ کے سوال نمبر (۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ متی مرقس. لوقا اور یوحنا کے ناموں سے دوسری یا تیسری صدی میں جو اِدھر اُدھر سے سُنی سنائی حضرت مسیح کی سوانحریاں لکھی گئی تھیں جن کو عیسائی بھی بصیغہ جمع اناجیل اربعہ مصنفہ چار اشخاص سمجھتے ہیں آپ اس کو بصیغہ واحد انجیل مسیح منزل من اللہ سمجھ رہے ہیں اور آپ کے

خیال میں انہی اناجیل کی تصدیق قرآن مجید بھی فرماتا ہے، حالانکہ جس انجیل کی تصدیق قرآن مجید میں آتی ہے وہ یہ اناجیل چار یا اناجیل ۲۷ نہیں بلکہ وہ انجیل ہے جو کہ حضرت مسیح علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔ وَ اٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ فِیْهِ هُدًی وَّ نُوْرٌ (مائدہ ع ۷) اور ہم نے مسیح کو انجیل دی جس میں ہدایت و روشنی تھی مگر یہ انجیل غالباً مرقس رسول کی زندگی کے بعد ناپید ہو گئی کیونکہ مرقس ۱۶/۱۵ میں ہے کہ مسیح نے اپنے رسولوں کو کہا کہ تم دنیا میں جا کر انجیل کی منادی کرو اگر انجیل ہی نہیں تھی، تو منادی کونسی کتاب کی کرنی تھی مگر عیسائیوں کا تو یہ عقیدہ ہے کہ مسیح پر کوئی کتاب نازل ہی نہیں ہوئی، اب آپ کا اعتراض ہوگا پھر تصدیق کیوں کی گئی، تو اس کا تحقیقی کا جواب تو آگے عرض کرتا ہوں یہاں اس کا جواب اول یوں سمجھئے کہ:۔

جتنے بھی انبیاء کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے، ان میں سے ہر ایک نبی اور اس کے صحیفے کی الگ الگ اور جملہ انبیاء اور ان کے صحائف سب کی بحکم قرآن مجید ہم تصدیق کرتے ہیں، مگر اب نہ تو وہ انبیاء دنیا میں موجود ہیں نہ ان کے صحائف، تو تصدیق اس امر کی ہے کہ اپنے اپنے زمانہ میں وہ انبیاء ملہم اور ان کے صحائف الہامی اور واجب الاطاعت تھے، اب وہ دنیا میں نہیں تو کیا ان کی صداقت نہ کی جائے اور ان کی کتابوں پر ایمان مجمل بھی نہ رکھا جائے، علیٰ ہذا قرآن مجید سورہ عمران ع ۱۹- ۳/۱۸۳ میں۔

رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ "آپ سے پہلے کے مرسلین دلائل روشن اور صحیفے اور روشن کتاب لائے تھے، مثلاً صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى (ع ۳۰/۱۹) حضرت ابراہیم اور موسےٰ کے صحائف" علیٰ ہذا سورۃ بقر ع ۱۶ میں ہے، قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ

وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ الخ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ، تم کہو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف اُتارا گیا اور اس پر جو ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اس کی اولاد کی طرف اُتارا گیا، اور اس پر جو موسٰے اور عیسٰے کو دیا گیا، اور اس پر جو اور انبیا کو اپنے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم ان میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرمان بردار ہیں:-

تو قرآن مجید نے ان جملہ انبیاء علیہ السلام اور اُن کے صحائف کی بوجہ ان کی صداقت کے تصدیق تو کر دی' لیکن ان صدہا صحائف کو سنبھال کر رکھنا اُن کو نابود یا اُن میں تحریف تنسیخ یا کم و بیشی نہ ہونے دینا یہ امتِ محمدیہ کا فرض کس طرح ہو گیا، سابقہ صحائف مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وغیرہ پر ایمان لانے یا تصدیق کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اُمم سابقہ نے جملہ صحائف لاکر ہماری جھولی میں ڈال دیئے' اور ہم نے سب کا اچھی طرح مطالعہ کر کے اُن کی تصدیق کر دی جبکہ امت محمدیہ کا ظہور ہی سابقہ صحائف کی نابودگی اور تحریف و تنسیخ سے صدیوں بعد ہوا ہو' جبکہ دنیا سے نور اور صداقت دُور ہو کر ہر سو ظلمت ہی ظلمت سایہ افگن تھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری نہایت ضروری ہو گئی تھی' ویسے ایمان تو ہمارا اللہ و ملائکہ رسل' صحائف اور قیامت و حشر و نشر سب پر ہے' مگر یہ تصدیق اسلئے نہیں کہ ہم قیامت و حشر و نشر کے مراحل سے گذر چکے ہیں:-

فصل سوم، موجودہ اناجیل سنی سنائی کہانیاں ہیں

جیسا کہ لوقا اپنی سوانح عمری کو شروع ہی اس طرح کرتا ہے:-

"چونکہ بہتوں نے کمر باندھی کہ ان کاموں کا جو فی الواقع ہمارے درمیان انجام ہوئے بیان کریں جس طرح سے انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کی خدمت کرنے والے تھے، ہم سے روایت کی، میں نے بھی مناسب جانا کہ سب کو سرے سے صحیح طور پر دریافت کر کے تیرے لئے اے بزرگ تھیوفلیس، بہ ترتیب لکھوں، تاکہ ان باتوں کی حقیقت کو جن کی تو نے تعلیم پائی، جانے۔"

قرآن مجید کے سامنے تو انجیلی سوانحات کی دور کی نسبت بھی نہیں ہو سکتی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سوانحات کے سامنے بھی انجیلی سوانحات کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات جو بھی مستند سیرتوں میں لکھے گئے ہیں، احادیث کی رو سے ان میں سے ہر ایک واقع کا ابتدائی راوی خود موقع پر موجود تھا، جو کہ آخر تک ثقہ راویوں کے ذریعے روایت کرتا چلا آتا ہے، اگر کسی بھی راوی کی ثقاہت میں کوئی بھی ضعف معلوم ہوا، جرح و تعدیل کی چھلنی میں چھن کر روایت ضعیف ہو گئی، بخلاف اس کے یہ صدیوں بعد بننے والی انجیل کے آپس میں ہی اس قدر تضاد پائے جاتے ہیں کہ اگر صرف ان کے تضادات پر ہی کوئی کتاب لکھی جائے تو یقیناً اس کی ضخامت ان کی ضخامت سے بڑھ جائے گی، کیونکہ جو اور جس طرح کسی سے سنا وہی درج کر دیا گیا، صرف یوحنا سے چند واقعات میں ہی بیس تضادات کا نمونہ آپ نے میرے مضمون انجیل یوحنا پر ایک محققانہ نظر میں دیکھا ہی ہو گا، جو کہ اخبار الاعتصام مورخہ ۶۔ اپریل تا ۴ مئی ۶۲ء میں پانچ اقساط میں شائع ہوا ہے، یہی حالات بلکہ اس سے بھی بدترین حالات دیگر اناجیل کے سمجھئے، مگر آپ ان کو حضرت مسیح علیہ السلام پر نازل شدہ

انجیل شریف سمجھ رہے ہیں۔

(فصل چہارم) انجیل کی تصدیق کا مطلب

جیسا کہ رسالہ ہذا کے باب پنجم فصل پنجم میں ثابت کیا گیا ہے کہ:۔

اناجیلی سوانح عمریاں کی جملہ تعداد ۶۰ تھی' لیوڈیسیا (۳۶۳ء) اور کارتھیج (۳۹۷ء) کی کانفرنسوں میں ان جملہ ۶۰ اناجیل میں سے چار اناجیل کو مستند سمجھا گیا' اگر رواۃ صحیحہ کا سلسلہ عیسائیوں میں بھی ہوتا' اور یہ اناجیل اربعہ اس سلسلہ میں پوری بھی اُترتیں تو زیادہ سے زیادہ ان کی حیثیت ایک حدیث کی کتاب کی ہوتی' ان کتابوں میں سینکڑوں آیاتِ قرآنی ہونے کے باوجود مسلمان ان کو الہامی نہیں سمجھتے' بلکہ مصنفین کی تصانیف ہی سمجھتے ہیں ۔ عیسائیوں کی بوالعجبی دیکھئے کہ ان میں چند اقوال مسیح کی زبانی ہونے کے باعث پوری تصانیف کو اناجیل کہنے لگے' یعنی لاٹری کی قسم کا فیصلہ کر کے خود ہی ان کو پاس کیا' پھر خود ہی ان کو الہامی ٹھہرادیا' جس طرح کہ بُت پرست خود ہی پتھر کو گھڑ یا گھڑا کر پھر خود ہی اس کو اپنا خدا بنا کر اس کو پوجنے لگ جاتے ہیں' رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم توریت اور انجیل کی تصدیق اس طرح کرتے تھے' کہ انجیل کے معنے بشارت اور خوشخبری کے ہیں' چونکہ انجیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بار بار بشارت دی گئی تھی اور اہلِ کتاب کے انبیأ کے صحائف سے یہ سب سے آخری کتاب بشارت لانے والی تھی' اسلئے اس کا نام انجیل رکھا گیا' توریت وزبور کی بیسیوں کتابوں اور انجیل اور مکاشفہ میں باوجودیکہ ان کتابوں میں سخت تحریف و تنسیخ ہو جانے کے آج بھی ایک دو نہیں بیسیوں پیشگوئیاں

توریت و انجیل میں روز روشن کی طرح چمک رہی ہیں، جن کو قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے "رحمۃ للعالمین" میں بحوالہ کتب واقعات کے جمع کر دیا ہے، تو گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری سے ان کتابوں کی مذکورہ پیش گوئیوں کی تصدیق ہو گئی ہے۔

تو قرآن شریف اس تصدیق کا ذکر اس لئے کرتا ہے، کہ جب تمہاری کتابوں کی پیش گوئیوں کی ان جملہ واقعات سے تصدیق ہو رہی ہے، تو پھر تم سب یہودی اور عیسائی حضور پر ایمان کیوں نہیں لے آتے اور تم میں سے — اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ (پ ۹) "وہ جو نبی امی کی پیروی کرتے ہیں، جسے وہ اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں"

شاید اب آپ کو قرآن مجید کے تخیل اور اپنے تخیل کے تفاوت ارض وسما کی سمجھ آگئی ہو گی۔

یعنی قرآن مجید تصدیق کا مطلب اور مقصد یہ بتلاتا ہے کہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے توریت و انجیل کی پیش گوئیوں کی تصدیق ہو گئی، یا یوں کہ چونکہ حضور کی تشریف آوری کے جملہ نشانات و واقعات نے اپنے متعلق تمام سابقہ پیش گوئیوں کی تصدیق فرما دی اسلئے یہود و نصاریٰ کو چاہیئے کہ اپنی مسلم الہامی کتابوں کی اس دعوت پر ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں، مگر آپ تصدیق کا مطلب یہ بتلا رہے ہیں کہ مسلمانوں کو اُلٹا موجودہ بناوٹی یا محرفہ توریت و اناجیل کی مشرکانہ اور کافرانہ تعلیم پر ایمان لانا چاہیئے۔ ع

ببیں تفاوت از کجا تا بہ کجا

پھر آپ لکھتے ہیں :-

"ہمارے علمائے سو بھی تو تحریف معنوی کر لیتے ہیں" لیکن یہود ونصاریٰ کے احبار صرف تحریف معنوی ہی نہ کرتے تھے بلکہ ۔

یَکْتُبُوْنَ بِاَیْدِیْهِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۲/۷۹

اپنے ہاتھوں سے لکھ کر کہتے تھے کہ یونہی نازل ہوا ہے :-

چنانچہ بائیبل کے پرانے نسخوں کو دیکھو تو ایک دو نہیں یقیناً بیسوں تبدیلیاں نظر آئیں گی' اور یہ سلسلہ ابھی یعنی ۱۹۶۱ء تک علانیہ جاری ہے' چرچ آف انگلینڈ کی طرف سے جو بائیبل شائع ہوئی ہے' اس میں صدہا آیات میں تحریف وتنسیخ کی گئی ہے' اور ایسی تمام آیات کی علانیہ اطلاع بھی شائع کر دی ہے۔ مفصل دیکھو رسالہ ہذا کا باب۵ فصل ۹

فصل پنجم ۵ اسرائیلی عہد کا ذکر قرآن میں

اللہ تعالیٰ کی کتابوں کو تحریف وتنسیخ کرنے کی یہ سزا یہود ونصاریٰ کو کیوں دی گئی کہ انہوں نے چونکہ اللہ تعالیٰ کے میثاق (عہد) کو توڑا' اس لئے ان کے قلب سیاہ ہو گئے' اور بے ضمیری کے باعث وہ ایسے کام کرنے کیلئے تیار ہو گئے (۵/۱۳) :-

یہ عہد کیا تھا' ؟ پہلے اس کے متعلق قرآن مجید سورۃ بقرع ۲/۴۰ تا ۴۳ دیکھئے' یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْ تا وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ۔ "اے بنی اسرائیل میری نعمت کو یاد کرو جو میں نے تمہیں عنایت کی اور میرے عہد کو پورا کرو' میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا اور ہم ہی سے ڈرو اور اس پر ایمان

لاؤ جو میں نے اُتارا اُس پر (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشگوئیوں کو) سچا ٹھہراتا ہوا جو تمہارے پاس (تمہاری کتابوں میں) ہے، اور تم اس کے پہلے منکر نہ ہو، اور میری باتوں کے بدلے تھوڑا مول نہ لو اور میرا ہی تقویٰ اختیار کرو اور سچ کو جھوٹ کے ساتھ نہ ملاؤ اور (نہ) سچ کو چھپاؤ، اور تم جانتے ہو اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ دو، اور جھک جانے والوں کے ساتھ جھک جاؤ ۔"

پھر سورۂ بقرہ ۹ ۸۳ - ۸۴ میں مزید تفصیل فرمائی :-

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ تا وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۔ " جب ہم نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا کہ سوائے اللہ کے تم کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ بھی اور لوگوں کو اچھی بات کہو، اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ دو پھر تم پھر گئے، مگر تم میں سے تھوڑے اور تم منہ موڑنے والے ہو، اور جب ہم نے تم سے اقرار لیا کہ تم اپنے لوگوں کے خون نہ گراؤ گے اور نہ اپنے لوگوں کو گھروں سے نکالو گے، پھر تم نے اقرار کیا اور تم گواہ ہو ۔"

وَلَقَدْ کَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّکْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ (پ ۱۷ انبیاء ع ۷) " اور ہم نے زبور میں (باب ۳۷ آیت ۱۱ و ۲۹) نصیحت کے بعد لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث میرے صالح بندے ہونگے ۔"

(فصل ششم) توریت میں عہد کا ذکر

اس عہد کا توریت میں اس طرح ذکر ہے :-

"تو نے آج کے دن اقرار کیا ہے کہ خداوند میرا خدا ہے اور میں اُس کی راہوں پر چلوں گا، اور اُس کی شریعتوں اور اُس کے حقوق اور اُس کے حکموں کی حفاظت کروں گا، اور اُس کی باتوں کو سنوں گا، اور خداوند نے بھی آج کے دن تجھ سے اقرار فرمایا کہ جیسا اُس نے تجھ سے وعدہ کیا تھا، کہ تو اُس کا خاص گروہ ہے اور تو اُس کے سب کلام کی حفاظت کرے، اور تجھے سارے گروہوں سے جسے اُس نے پیدا کیا موصوف اور معزز تریں کرے، اور خداوند اپنے خدا کا مقدس گروہ ہو جیسا کہ اُس نے کہا۔" (استثنا ۲۶/۱۷-۱۹)

اب آپ اول سے لیکر آخر تک اس عہد نامہ کی جو دفعات قرآن مجید نے بیان فرمائی ہیں، ملاحظہ فرمائیں، میں نے اُن کے سامنے توریت کے حوالے بھی دیدیئے ہیں، تاکہ آپ کو یہ علم ہو جائے، کہ آج بھی جو غیر محرف احکام توریت میں موجود ہیں، قرآن مجید نہ صرف ان کی تصدیق ہی کرتا ہے، بلکہ یہود و نصاریٰ کے برخلاف مسلمان ان احکام پر عمل بھی کر رہے ہیں:-

(دفعہ ۱) امتناع قتل - خروج ۲۰/۱۳ و ۲۳/۱-۷:-

(دفعہ ۲) ادائیگی زکوٰۃ - خروج ۲۳/۱۰-۱۱ احبار ۲۵/۱-۷:-

(دفعہ ۳) قیام نماز - استثنا ۶/۴ (دفعہ ۴) اعانت مسکین - استثنا ۱۵/۱۱ -

(دفعہ ۵) اعانت یتامیٰ - استثنا ۲۴/۱۷ (دفعہ ۶) خدمت والدین: خروج ۲۰/۱۲ -

(دفعہ ۷) اعانت ذوالقربیٰ - ، ۱۵/۱۱ (دفعہ ۸) توحید پہ ع ل - تصویر اور پتھر و دھات کے بت بنانے اور پوجنے کی ممانعت - خروج ۲۰/۴-۲۳، ۲۵:-

(دفعہ ۹) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمانا - استثنا ۱۸/۱۵ -

(دفعہ ۱۰) حضورؐ کی رسالت پر ایمان نہ لانے والے اور مندرجہ بالا دفعات

پر عمل نہ کرنے والے کی سزا (استثنا ۱۸/۱۹) (دفعہ ۹) بعثت رسول صلعم کے متعلق اوپر قرآن مجید کی آیت مصدق لما معکم ۲/۴۱ "اس کی تصدیق کرتا ہوں" ...... ہیں اور عہدنامہ توریت (استثنا ۱۸/۱۹) میں آیا ہے کہ "میں اسکی باتوں کو سنوں گا" کس کی باتوں کو؟ اس سے پہلے استثنا ۱۸/۱۸ میں اسکی تشریح یوں کی ہوئی ہے۔

"میں انکے لئے انکے بھائیوں میں سے تجھ جیسا ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالونگا اور جو کچھ میں اسے فرماؤنگا وہ سب ان سے کہے گا اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری ان باتوں کو جنہیں وہ میرے نام سے لیکر کہے گا نہ سنے گا تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا"

پیشین گوئی سولہ آنہ حضورؐ کے متعلق ہونے اور ایک فیصدی بھی حضرت مسیح کے متعلق نہ ہونے کے اثبات و دلائل رسالہ ہذا کے باب ۲ فصل ۲ میں دیکھئے یعنی عہدنامہ کی دفعہ ۹ میں حضور صلعم پر ایمان لانا نہایت ضروری قرار دیا تھا مگر اوپر کے تمام حوالجات قرآن و توریت سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ مذکورہ بالا عہد بنی اسرائیل سے ہوا تھا اور بنی اسرائیل میں جس طرح یہود شامل ہیں اسی طرح عیسائی بھی شامل ہیں بلکہ ساری توریت پڑھ جائیے ایسے بیجا اور سخت الفاظ غیر اسرائیلیوں کے متعلق کسی بھی اسرائیلی نبی نے نہیں کہے جو کچھ کہ مسیح اسرائیلی نبی نے غیر اسرائیلیوں کو سؤر اور کتے کہہ دیا ہے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ یہود و نصاریٰ کئے ہوئے عہد کی ایک ایک دفعہ کو فوقتاً فوقتاً توڑتے ہی چلے آئے جس کی سزا ان کو ملنی ضروری تھی حالانکہ بنی اسرائیل کیلئے اپنے اس عہد کی دفعات پر عمل کرنا اس قدر ضروری تھا کہ بائیبل مقدس کے دو حصص میں سے حصہ اول مسیح سے پہلے تمام انبیاء کی کتابوں کا نام ہی عہدنامہ قدیم ہے اور ابھی تک یہی نام چلا آتا ہے دوسرا حصہ حضرت مسیح کی انجیل تو نابود ہو گئی مگر ان کی بجائے مروجہ اناجیل اعمال [illegible]

وغیرہ کو اب بھی عہد نامہ جدید ہی کہتے ہیں، مگر صرف کہنا ہی ہے ان پر عمل کرنا تو بہت دور کی بات ہے، آج آپ کسی عیسائی سے پوچھ دیکھئے کہ عہد نامہ قدیم وجدید نام کیوں رکھے گئے ہیں، اس عہد کی دفعات کیا ہیں تو بس وہ عیسائی آپ کا منہ ہی دیکھتا ہو جائے گا۔

فصل ہفتم، یہود ونصاریٰ کی عہد شکنی اور اس کی سزا

اس کا ذکر سورۂ مائدہ رکوع ۲ $\frac{۵}{۱۳-۶}$ میں ہے۔

ولقد اخذ اللہ میثاق بنی اسرائیل الخ ان اللہ یحب المحسنین

"اور یقیناً اللہ نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا اور ہم نے ان میں سے بارہ سردار مقرر کئے، اور اللہ نے کہا میں تمہارے ساتھ ہوں، اگر تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو، اور آئندہ بھی میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اُن کی مدد کرو اور اچھا مال اللہ کو کاٹ کر دو گے، تو میں بالضرور تمہاری برائیاں تم سے دور کر دوں گا، اور بالضرور تم کو باغوں میں داخل کر دونگا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں پس جو کوئی تم میں سے اس کے بعد انکار کرے گا، وہ بلا شبہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا، سو ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی، اور ان کے دل سخت کر دیئے، وہ کلام کو اپنی جگہ سے پھیرتے ہیں، اور جو ان کو نصیحت کی گئی اُس کا ایک حصہ بھول گئے، اور ان میں سے تھوڑے لوگوں کے سوا تو ان کی خیانت پر خبر پاتا رہے گا سو ان کو معاف کر اور در گذر کر، اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے"۔

ظاہر ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل نے عہد کیا اسی طرح بنی اسرائیل ہی نے توڑا جس میں یہود ونصاریٰ دونوں شامل ہیں، یہود نے عزیر اور اللہ

کہہ کر عزیر کو خدا بنالیا، اور عیسائیوں نے مسیح کو ابن اللہ کہہ کر خدا مقرر کر لیا، حالانکہ عہد نامہ کی دفعہ ۸- دیکھئے، ان کو تصویر بنانے اور پتھر یا دھات کا بت بنانے کی بھی سخت ممانعت تھی، جب یہود و نصاریٰ نے عہد شکنی کی تو ظاہر ہے کہ سزا بھی دونوں ہی کو ملی، اور دونوں نے ہی تحریف شروع کر دی، بلکہ عیسائی تو یہاں تک بڑھ گئے کہ انہوں نے مسیح پر نازل شدہ انجیل کا انکار ہی کر دیا، اور کیا معقول جواب دیتے ہیں، کہ اگر موجودہ اناجیلی کہانیاں اصلی نہیں ہیں، اور کوئی مسیح کی انجیل بھی تھی، تو لاؤ ہمیں دکھاؤ، گویا یہود و نصاریٰ کی کتابوں کو سنبھال کر رکھنا ان کا فرض نہیں تھا، بلکہ آئندہ آنے والی اُمتیں ان کتابوں کو سنبھالیں۔

مکتوب نگار صاحب کسی عیسائی کے بھرّے میں آئے ہوئے ہیں جو لکھتے ہیں کہ — "قرآن میں کوئی آیت نہیں، جس میں عیسائیوں کی تحریف و تغیر کا ذکر ہو"

حالانکہ اللہ تعالےٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بنی اسرائیل کے متعلق بھی صاف فرماتا ہے:۔

یکتبون بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ۔

"یہ لوگ اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے"

شائد آپ عیسائیوں کے نام کی خاص تخصیص چاہتے ہیں، تو وہ بھی سن لیجئے، کہ مندرجہ بالا سورہ مائدہ کی آیات ۱۲-۱۳ ہیں جہاں بنی اسرائیل کی عہد شکنی کا ذکر فرمایا ہے، اس کے ساتھ ہی آیت ۱۴ میں عیسائیوں کا نام لے کر ان کی تخصیص فرما دی:۔

ومن الذین قالوا انا نصاریٰ اخذنا میثاقھم فنسوا حظا

مِمَّا ذُكِّرُوا بِهٖ - پ ۶ - ع ۵ ۔

"اور ان (بنی اسرائیل) سے جو کہتے ہیں ہم نصرانی ہیں، ہم نے ان سے عہد لیا، مگر وہ اس کا ایک حصہ بھول گئے، جو انکو نصیحت کی گئی تھی"۔

یعنی ان کا پولوس رسول تو توحید کو یہاں تک بھولا کہ علانیہ بت پرستی شروع کر دی اور صاف الفاظ میں کہتا ہے کہ ۔

"میں یہود کے درمیان یہودی اور شریعت والوں کے درمیان شریعت والا اور بت پرستوں میں بے شریعت بن کر رہنا اچھا خیال کرتا ہوں" (رومیون ۳/۴)

فلسفی جسٹس مارٹر شہید کو قیصر مارکس آریلیس روما نے دوسری صدی میں ہی یہ جواب دیا تھا کہ جس بُت پرستی کی تم تعلیم دے رہے ہو یہ بت پرستی تو ہم میں پہلے رائج ہے صرف ناموں کا فرق ہے، جس کا جواب فلسفی مذکور نے بڑا فلسفیانہ دیا کہ شیطان نے ہم سے پہلے ہی یہ بُت پرستی تم میں اسلئے رائج کر دی کہ ہماری بت پرستی کا رواج نہ ہو سکے ۔

تو جب پولوس اور اس کے پیرو رومن کیتھولک نے شریعت سے بھی انکار کیا، بُت پرستی بھی شروع کر دی تو عہدنامہ کی تقریباً تمام ہی دفعات کو توڑ ڈالا اور موجودہ اناجیل کو پولوس کی پالیسی کے مطابق بنا ڈالا تو پھر نہ عہد شکنی میں شک ہوا نہ تحریف میں، اور آپ فرما رہے ہیں کہ قرآن مجید میں عیسائیوں کی تحریف کا ذکر نہیں ہے حالانکہ اللہ تعالٰی نے سزا تحریف کے ساتھ ان کی مزید بدترین بد اعمالیوں کے بحث فرمایا ۔

فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۵/۱۴

یعنی ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک دشمنی اور بغض ڈال دیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ پہلے یہودیوں نے عیسائیوں کے ساتھ اور پھر عیسائیوں نے یہودیوں کے ساتھ بلکہ عیسائی فرقوں نے آپس میں، اور عیسائی حکومتوں نے آپس میں جو جو مظالم روا رکھے اور گذشتہ دونوں عظیم جنگوں تک جس طرح انہوں نے ایک دوسرے کی آبادیوں اور طاقتوں کو نیست و نابود کیا ان سے تواریخ بھری پڑی ہیں۔

عیسائیوں کی تحریف بلکہ نئی تصانیف سے متعلق سورۃ آل عمران آیات ۷۷-۸۰ میں اس سے بھی واضح طور پر فرمایا ہے، آل عمران وہ سورت ہے جس کے متعلق حضرت سفیان فرماتے ہیں۔

کل شئی فی آل عمران من ذکر اهل الکتاب فهو فی النصاریٰ (روح المعانی) یعنی آل عمران میں اہل کتاب کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ عیسائیوں کے متعلق لکھا ہے، گو ضمناً کہیں یہود بھی شامل ہو گئے ہیں چنانچہ آل عمران رکوع ۸ میں عیسائیوں کی تحریف بلکہ نئی تصانیف کے متعلق اللہ تعالےٰ صاف الفاظ میں فرماتا ہے کہ

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۔ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ ۔

یعنی ان (اہل کتاب) میں سے ایک گروہ (عیسائیوں کا) ہے، جو کتاب کے متعلق جھوٹ بناتے ہیں تاکہ تم اسے کتاب سمجھو حالانکہ وہ کتاب

سے نہیں، اور کہتے ہیں کہ وہ اللہ کی طرف سے ہیں، حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے اور وہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کسی بشر کے لئے شایان شان نہیں کہ اللہ اسے کتاب اور نبوت دے پھر وہ لوگوں کو کہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ لیکن (وہ کہے گا) کہ تم رب (اللہ تعالےٰ) کے بندے ہو جاؤ۔

ظاہر ہے کہ عیسائیوں نے ہی حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر یہ بہتان لگا رکھا ہے کہ مسیح لوگوں کا خدا تھا اور وہ اس کے بندے تھے، اور اناجیل جو نامعلوم مصنفین نے اپنے زمانہ کے لئے سُنی سُنائی باتیں لکھی تھیں دلوقا ۱/۱) اور رسولوں کے خطوط جو انہوں نے اس وقت لوگوں کی طرف ضرورتاً لکھے تھے ان کے متعلق آج یہ عیسائی کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں، حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہیں۔

(فصل ہشتم) محرف کتاب کی طرف دعوت کیسی؟

چھٹی کے نمبر ۲ میں آپ کا اعتراض ہے کہ:۔

اگر انجیل محرف تھی تو آیت ۳/۶۵ میں اللہ تعالےٰ لوگوں کو انجیل کی طرف دعوت نہ دیتا۔

معاف فرمایئے حوالہ درج کرنے میں آپ شروع میں یا اہل الکتاب (اے یہود و نصاریٰ) کے الفاظ چھوڑ گئے ہیں، یہ بھی ساتھ ہو جائیں، تو آپ کا اعتراض رفع ہو جاتا ہے۔

ملہ اس سے مجھے شبہ ہو گیا ہے کہ یہ چھٹی ایک مسلمان کی طرف سے نہیں بلکہ پس پردہ کوئی اور بول رہا ہے قرآن مجید کے ساتھ ایسی بددیانتی ایک مسلمان کی جرأت نہیں ہو سکتی۔

دعوت یہود و نصاریٰ کو ہے، نہ کہ عام لوگوں کو یا مسلمانوں کو۔

یٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (۵/۶)

"کہو اے یہود و نصاریٰ (اہل کتاب)، تم جب تک تورات و انجیل اور ان صحیفوں کو جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوئے تھے قائم نہ رکھو گے، تو دین میں سے جس کا تم دعویٰ کرتے ہو تم کو کچھ حصہ نہیں اور (اے پیغمبر) چونکہ یہ لوگ تم سے حسد رکھتے ہیں تو یہ قرآن (جو تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے) ان میں سے بہتیروں کی سرکشی اور نیز ان کے کفر کے زیادہ ہونے کا ضرور باعث ہوگا، تو ان لوگوں (کے حال) پر جو کافر ہیں تم (مطلق) افسوس نہ کرو۔ (ترجمہ مولانا نذیر احمد دہلوی)"۔

یعنی دعوت تو قرآن مجید کی طرف ہی ہے مگر ان میں سے حاسدوں اور سرکشوں پر یہ الزامی حجت پوری کی جا رہی ہے کہ جن کتابوں کو منزل من اللہ تسلیم کرتے ہو، اگر ان کے بھی احکام اور پیش گوئیوں پر قائم نہ رہو گے تو مسلمان تو تم پہلے ہی نہیں، اس طرح عیسائی اور یہودی بھی نہ رہو گے۔

یہ آیت بالکل اسی طرح ہے جس طرح فرمایا۔

یٰاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔

"یعنی اے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) آؤ اس بات کی طرف جو تم میں اور ہم میں مشترک ہے وہ یہ کہ سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، اور آپس میں (انسانوں کو) ایک دوسرے کا خدا نہ

بتاویں، سوائے اللہ تعالیٰ کے؟

تعجب ہے کہ آپ لکھتے ہیں کہ:-

اگر انجیل محرف تھی تو اس کی طرف دعوت کیوں دی گئی:-

حالانکہ اس آیت میں نہ تو تحریف سے انکار ہے اور نہ ہی مسلمانوں کو دعوت دی گئی ہے، بلکہ یہ فرما کر کہ ان میں کثرت حاسدوں اور سرکشوں کی ہے، یہ تخصیص بھی فرمادی کہ ان میں سے بعض ایمان بھی لے آتے ہیں:-

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ — تا — اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ:-

(اعراف ع ۱۸ پ ۹ ⁄ ۱۵۷) "یعنی وہ جو رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جسے وہ اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں اور وہ انکو بھلی باتوں کا حکم دیتا ہے، اور ان کو بری باتوں سے روکتا ہے، اور ان کے لئے ستھری چیزیں حلال کرتا ہے، اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے، اور ان سے ان کا بوجھ اتارتا ہے اور وہ طوق بھی جو ان پر تھے، سو جو لوگ اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کو مدد دیں، اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اتارا گیا ہے، وہی کامیاب ہوں گے:-

چونکہ اوپر ذکر نزول توراۃ کا ہو رہا تھا، اسلئے توراۃ اور اس کے ساتھ ہی انجیل کی پیش گوئیوں کا بھی ذکر فرمادیا، جن میں سے ایک پر باب ۲ فصل ۵ میں بحث ہو چکی ہے، کہ وہ کسی صورت میں بھی حضور کے سوا مسیح پر چسپاں نہیں ہو سکتی:-

یہ سوال کہ وہ بوجھ کیا تھا اور وہ پھندے کون سے تھے جن سے ان کو رہائی دلائی گئی، قرآن نے دوسرے مقامات میں بعض کا ذکر کیا ہے، نہ ہی اکراہ

کی بے جا سختیاں مذہبی زندگی کی ناقابل عمل پابندیاں و ناقابل فہم عقیدوں کا بوجھ، مثلاً تثلیث کفارہ، رہبانیت، ناپاک کپڑے کا کاٹ دینا، بدن کا کھرچنا اور ذبیحہ کی مشکلات و وہم پرستیوں کا انبار، عالموں اور فقیہوں کی تقلید کی بیڑیاں، پیشواؤں کے تقلید کی زنجیریں یہ بوجھل رکاوٹیں تھیں، جنہوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کے دل و دماغ مقید کر دیئے تھے پیغمبر اسلام کی دعوت نے ان سب سے نجات دلائی؛ اس نے سچائی کی ایسی سہل اور آسان راہ دکھادی جس میں عقل کے لئے کوئی بوجھ نہیں عمل کے لئے کوئی سختی نہیں۔

مگر افسوس جن پھندوں سے قرآن نے یہود و نصاریٰ کو نجات دلائی تھی، آج کل کے مسلمانوں نے وہ سارے پھندے خود ہی اپنی گردنوں میں ڈال لئے ہیں، اور جو ان کو منع کرتا ہے وہ اس پر وہابیت کا الزام دے کر گویا کہ اپنی ساری بیہودگیوں کا اپنی طرف سے مدلل ثبوت دے کر بے فکر ہو جاتے ہیں نہ ہی ان کے احبار و رہبان ان کو ایسے پھندوں سے نکلنے دیتے ہیں۔

فصل ۱۴، قرآن نے سوانح عمریوں کو انجیل کیوں فرمایا

نمبر ۳ کی دفعہ الف میں آپ کا سوال یہ ہے کہ:۔

"انجیل قرآن کریم کے نزول کے بعد محرف ہوئی یا پہلے ؟"

جواب یہ ہے کہ انجیل قرآن مجید کے نزول سے بیشتر ہی نابود ہو چکی تھی چونکہ عیسائی ابھی اناجیل کو انجیل سمجھتے تھے، اسلئے الٰہی کے مسلمات کی رو سے اللہ تعالیٰ نے ان پر حجت فرمانے کے لئے اس کو بھی انجیل

فرمایا جیسا کہ مشرکین کے اصنام اللہ تعالیٰ کے شریک ہوتے ہوئے بھی
چونکہ مشرکین اصنام کو خدا کا شریک سمجھتے ہیں، اس لئے انہی کے مسلمات
کی رُو سے مشرکین کو فرمایا۔

قُلِ ادْعُوْا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ (۷/۱۹۶)

"اے رسول! آپ ان مشرکین سے کہہ دیجئے کہ تم اپنے شریکوں کو پکارو
پھر میرے خلاف تدبیریں کرو اور مجھے مہلت نہ دو"

علیٰ ہذا ۶/۱۳۷ میں اپنے مالوں کی تقسیم میں مشرکین کا یہ کہنا کہ:۔

"یہ تو خدا کا حصہ ہوا اور یہ ہمارے شریکوں کا حصہ ہے"

حضرت ابراہیم کی قوم جو بت پرست تھی جب حضرت ابراہیم نے ان
بتوں کو توڑا تو اس کے واسطے مشرکین کا قول انہی کے مسلمات کی رُو سے
اس طرح نقل فرمایا۔

حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ (۲۱/۶۸)

"جلا دو ابراہیم کو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو"

حالانکہ وَانْصُرُوْا اَصْنَامَكُمْ (اور اپنے بتوں کی مدد کرو) سے یہ مطلب
نکل سکتا تھا، مگر چونکہ وہ خدا مانتے تھے، اسلئے اللہ تعالیٰ نے ان کا عقیدہ
ہی ظاہر فرما دیا۔

دفعہ (ب) اگر انجیل پہلے محرف تھی تو قرآن کریم نے کیوں تصدیق
فرمائی اور اس پر عمل کرنے کی کیوں دعوت دی؟

جواب۔ تصدیق کے متعلق مفصل جواب دیا گیا ہے، عمل کرنے کی دعوت
مسلمانوں کو نہیں دی، عیسائیوں پر الزامی حجت قائم فرمائی ہے جیسا کہ
ابھی اوپر عرض کیا ہے۔

دفعہ ج) اگر بعد میں محرف ہوئی تو اس کا ثبوت کیا ہے؟

جواب۔ رسالہ ہذا کا باب پانچواں پڑھیے، مفصّل جواب ہے۔

دفعہ د-۵) پھر کیسے معلوم کریں کہ بعد نزول قرآن محرف ہوئی کیا معیار ہے۔ کوئی پرانا اور غیر محرف نسخہ پاکستان بھر کی لائبریری میں ہے؟

جواب۔ یہ عیسائیوں کا پرانا، بیہودہ اور لچر اعتراض ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پس پردہ کوئی اور بول رہا ہے، غیر محرف نسخہ کو عیسائیوں نے سنبھال کر رکھا تھا کہ اُمت محمدیہ نے صدہا سال پیشتر یہودیوں، عیسائیوں کی کتابوں کو سنبھالنے کا ٹھیکہ لیا ہوا تھا باقی۔۔۔ مفصّل جواب رسالہ ہذا کے باب پانچویں میں دیکھیں۔

آپ صرف مسیح کے صلیبی واقعات کو چاروں اناجیل میں دیکھیں اگر صرف اس ایک ہی واقعہ میں چاروں اناجیل میں بیسیوں اختلاف پائے جائیں تو پھر تحریف کسی اور اُڑتی چڑیا کا نام نہیں ہے، صرف ایک ہی واقعہ میں بیسیوں اختلافات کا آپس میں ہوتا، گویا کہ ہر اختلاف ایک دوسرے کی تحریف کو ثابت کر رہا ہے۔

لو شمع حقیقت کی صرف ایک ہی ہوگی
فانوس کی گردش سے کیا کیا نظر آتا ہے

لندن کی مشنری بھیڑیں

بھیڑیوں کے کردار میں

ایک لرزہ خیز اور اندوہناک مضمون اخبار "جنگ" راولپنڈی میں ڈاکٹر محمد یوسف سلطان صاحب صدیقی حال مقیم مکہ معظمہ کی طرف سے شائع ہوا ہے، ڈاکٹر صاحب پاکستان میں حیدر آباد دکن کے مہاجر تھے، اور وہ بغرض حصول تعلیم ڈاکٹری فروری ۵۹ء میں کراچی سے لندن گئے تھے جہاں وہ عیسائی مشنریوں کے ہتھے چڑھ گئے تھے، مشن نے انکو عیسائی بنانے کیلئے پہلے کس طرح سبز باغ دکھائے اور مایوس ہونے پر کیا کیا مظالم ڈھائے، صدیقی صاحب کا ان کی قید سے بار بار فرار ہو کر گرفتار ہونا یہ سب حالات صدیقی صاحب نے خود لکھ کر اخبار جنگ کو روانہ کئے ہیں، مضمون بہت طویل ہے، جو "آپ بیتی" کے عنوان سے دو اقساط میں ۱۰ فروری اور ۱۳ فروری ۶۳ء کو شائع ہوا ہے، ذیل میں اس کو نہایت مختصر اور ملخص کیا جاتا ہے، مفصل حالات مندرجہ بالا مضمون میں ملاحظہ فرماویں، اور غور فرماویں کہ یہ خونخوار بھیڑیئے مسیحی بھیڑوں کے لباس میں بظاہر کتنے مسکین اور خدمت گذار معلوم ہوتے ہیں لیکن درحقیقت ان کے اندر کس قدر ستم گری اور درندگی بھری ہوئی ہے۔

ڈاکٹر صدیقی صاحب کی "آپ بیتی" کے موجب جہاز سے اترتے ہی ایک

بینک اپ میم صاحبہ نے ہنستے ہوئے استقبال کیا گویا کہ وہ میری منتظر ہی تھی۔ پاکستان میں سب خیریت ہے؟ اس نے اردو میں سوال کیا اور بہت دیر تک وہ اردو میں ہی باتیں کرتی رہی اور میں صحیح جواب دیتا رہا میرا خیال تھا کہ میم صاحب کسی پاکستانی کی اہلیہ محترمہ ہیں اور مجھے پاکستانی لباس میں دیکھ کر مجھ پر کرم فرما رہی ہیں۔

صدیقی صاحب کچھ دن تو جعفری حلال ریسٹورنٹ پاکستان اسٹریٹ ای۔ میں رہے پھر محلہ اسٹیپنی گرین میں ایک بنگالی سے ایک کمرہ کرایہ پر لے لیا جو کہ مسجد مشرقی لندن کے قریب تھا جس سے صدیقی صاحب کا شوق تبلیغ اسلام اور تردید عیسائیت اچھی طرح پورا ہوتا رہا اور نماز باجماعت کی پابندی بھی قائم رہی اور ایک سال کا کورس بھی پانچ ماہ میں ختم کر دیا۔

ایک روز سخت سردی کے باعث صدیقی صاحب کو نزلہ ہو گیا آپ ڈاکٹر صاحب کے پاس گئے تو اس نے آپ کو تحقیقات کیلئے اسٹیپنی کلینک بھیج دیا جہاں لیڈی ڈاکٹر صاحبہ نے فارم پوری میں بچپن سے لیکر اب تک کے اہم موٹے موٹے حالات دریافت کئے اور بلغم کا ٹیسٹ کرنے کے بعد لیڈی صاحبہ نے نہایت افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کو تپ دق ہو گیا ہے اس اثنا میں ان کو صدیقی صاحب کی تبلیغی اور دیگر حالات کا پورا ریکارڈ فراہم ہو گیا تھا اور فارم کی خانہ پری کی ضمن میں لیڈی ڈاکٹر نے بھی بہت سے حالات دریافت کر لئے تھے وہاں ویلفیئر افسر صاحب نے بھی ان سے ملاقات کی لیڈی صاحبہ نے بہت افسوس اور محبت کے ساتھ عرض کیا کہ آپ کو جس قدر بھی مالی ضرورت ہو فرمائیے تاکہ پیش کی جائے لیکن صدیقی صاحب نے معذرت کے ساتھ شکریہ ادا کیا پھر وہاں سے

دوسرے تیسرے چوتھے کئی مشنری ہسپتالوں میں نہایت ہمدردی سے منتقل کیا جاتا رہا جن کا مفصل ذکر صدیقی صاحب نے اپنے مضمون میں کیا ہے حتی کہ اچھی آب و ہوا کا فریب دیکر لندن سے کافی دور دوسری (کاونٹی) یعنی ایکسرے میں (ریڈنگ فارسٹ) مارگریٹ منشن پہنچاکر محبوس کردیا گیا جہاں اسکی رہائی ناممکن بنادی گئی یہ مشن سینٹ جان کی زیر نگرانی تھا۔

عیسائی نہ ہونے کے باعث مشنریوں کے مظالم

اس ہسپتال میں صدیقی صاحب نے اپنے مصائب کے حالات بہت طویل لکھے ہیں مختصر یہ کہ مجھے چوبیس گھنٹہ بستر پر لیٹے رہنے کا حکم دیا گیا فراغت حاجات کے لئے پہیوں والی کرسی کا انتظام کیا گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نماز اور وظائف جو اب تک میں نے ترک نہ ہونے دیئے تھے اب مجبوراً ترک ہونے لگے حالانکہ مجھے اب ٹی بی چھوڑ کر نزلہ بھی نہیں تھا مجھے کہا گیا کہ نفسیاتی علاج کے لئے تمہارے واسطے نشری پروگرام جاری کیا جاتا ہے اور اس پروگرام میں میرے مفصل حالات بچپن تا حال ظاہر کئے گئے حالانکہ یہاں میں نے کسی کو بھی اپنے حالات ظاہر نہ کئے تھے یہاں ایک بڑی حسین راہبہ کو اسٹاف نرس کے بھیس میں میری خدمت پر مامور کیا گیا جو ہر وقت اپنے غمزوں عشووں اور جملہ خدمات میں اظہار محبت کرتی رہی ایک دن راہبہ اسکو غیر حاضر رکھ کر دوسری نرسیں کہنے لگیں کہ تمہاری راہبہ بیمار ہو گئی ہے اسکی خبر آئی ہے کہ صدیقی صاحب کی خدمت کا بڑا خیال رکھیں ہمارا کمرہ میں بہت سے راہب بیماروں کی صورت میں پڑے تھے راہبوں نے ایک بار ہال کمرہ میں مجھے لیجاکر فلم شو شروع کر دیا جس میں مشن کے پوپ نے یہ بحث شروع کر دی

کہ (راہبہ) اسٹاف نرس صدیقی پر مر رہی ہے لیکن ہم یہ شادی ہرگز نہ ہونے دیں گے جب تک صدیقی عیسائی نہ ہو جائے تب وہ اپنے خرچ پر صدیقی کو ایم ڈی کی تعلیم بھی دلا سکتی ہے جب میں نے اس پر احتجاج کیا اور نکلنا چاہا تو میری نگرانی سخت کر دی گئی اور میرے کمرہ میں سخت بدبودار گیس چھوڑ دی گئی میں کمرہ سے باہر نکلا تو مجھے پکڑ کر بستر پر جکڑ دیا گیا خنزیر کا گوشت اور شراب وغیرہ حرام اشیاء استعمال کرنے پر مجبور کیا گیا مگر میں نے فاقوں سے مر جانا منظور کیا لیکن حرام اشیاء سے انکار کر دیا اور بار بار احتجاج کرتا رہا کہ میں کوئی علاج کرانا نہیں چاہتا مجھے رہا کر دیا جائے اس پر مجھے ایک پاگل خانہ میں بھیج دیا گیا جو کہ کلے میری مشن کے ماتحت تھا یہ اس لئے کیا گیا کہ دوسری جگہوں پر اگر صدیقی کو کوئی مدد پہنچے گی تو رہا ہو سکتا ہے مگر پاگل خانہ میں مدد پہنچنے کے باوجود اس کا رہا کرنا ہماری مرضی پر منحصر ہوگا پاگل خانہ میں پہلے تو فاقے دیئے گئے پھر نلکی سے ناک کے ذریعہ جبراً خوراک پہنچائی گئی اور نلکی کو خراش پیدا کرنے والی دوائی لگائی جاتی جس سے میں ناک کو مسل کر لہولہان کر لیتا۔

علےٰ ہذا دوسری قسط میں بھی صدیقی صاحب کے مصائب کی ایک طویل فہرست ہے جو کہ بہت مدت تک اس پاگل خانہ میں مشنریوں کی طرف سے نازل ہوتے رہے اس کے بعد صدیقی صاحب نے پانچ بار رات کو فرار ہونے اور گرفتار ہو کر واپس پاگل خانے پہنچنے کے مفصل حالات لکھے ہیں۔

جب مشن نے دیکھا کہ تین چار ماہ کی طویل مدت تک ہر طرح کے مظالم ڈھانے سے بھی صدیقی کی اصلاح نہیں ہو سکی، تو پھر نرمی کی پالیسی اختیار کی ہر طرح کی خاطر مدارات اچھی خوراک اور اچھا لباس مہیا کیا گیا اور زیادہ سے زیادہ مالی امداد اور بڑے عہدہ کی پیش کش کی گئی اور گھر والوں کو اور دوستوں کو خطوط لکھنے اور ملنے کی بھی اجازت